اشاعتِ دوم: ذو الحجہ 1440ھ / اگست 2019

ماہِ مُحرّم الحرام

فضائل - اَحکام - بدعات - منکَرات

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

اشاعتِ دوم: ذوالحجہ 1440ھ/اگست 2019

ماہِ محرم الحرام سے متعلق شرعی نقطہ نظر سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے مطالعہ کیجیے

ماہِ مُحرّم الحَرام

فضائل-احکام-بدعات-منکَرات

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

پیش لفظ

بندہ نے تقریباً سال قبل ''ماہِ محرم الحرام: فضائل، احکام، بدعات اور منکرات'' کے نام سے ایک رسالہ تحریر کیا تھا، جس میں بندہ کے برادر صغیر مولانا عطاء الرحمٰن صاحب نے بھی کچھ معاونت کی تھی، الحمدللہ کہ یہ رسالہ بہت ہی مفید ثابت ہوا کہ اس کے بارے میں حوصلہ افزا پیغامات موصول ہوئے، اب اِس سال ماہِ محرم سے قبل ہی اس رسالے میں بہت سے مضامین کا اضافہ کرکے اسے عام کیا جارہا ہے۔

اہلِ علم سے درخواست ہے کہ اس رسالے میں کسی قسم کی کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں، بندہ ممنون رہے گا۔ جزاکم اللہ خیراً

اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرماکر بندہ کے لیے، بندہ کے والدین، اہل وعیال، خاندان، اساتذہ کرام، حضرات اکابر، احباب اور پوری امتِ مسلمہ کے لیے صدقہ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔

بندہ فقیر الی اللہ
مبین الرحمٰن
ذوالحجہ 1440ھ/ اگست 2019
نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی
03362579499

ماہِ محرم الحرام سے متعلق قرآن وسنت کی تعلیمات سمجھنے کی ضرورت:

محرم اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے، اسی سے اسلامی سال کی ابتدا ہوتی ہے، شریعت کی نگاہ میں اس مہینے کو بھی بڑی فضیلت اور اہمیت حاصل ہے جس کی تفصیل آگے بیان کی جارہی ہے ان شاء اللہ، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑا المیہ اور افسوس ناک صورتحال یہ ہے کہ امت میں اس ماہِ محرم ومحترم سے متعلق نظریاتی اور عملی طور پر بہت سی بدعات ورسومات، غیر شرعی افعال اور بے بنیاد باتیں عام ہیں، طرح طرح کی منگھڑت چیزیں عام کی گئیں ہیں جو واضح طور پر قرآن وسنت کے خلاف ہیں، اس کا ایک بڑا نقصان یہ ہوا کہ اس ماہ محرم ومحترم کی حقیقت، فضیلت اور اہمیت سے متعلق صحیح اور معتبر دینی تعلیمات دُھندلا کر رہ گئی ہیں حتی کہ امت کا ایک بڑا طبقہ اس ماہِ محرم ومحترم سے متعلق طرح طرح کی غلط فہمیوں کا شکار ہے، اور دینی تعلیمات سے ناواقفیت ہی کا نتیجہ ہے کہ بہت سے سادہ لوح مسلمان اس ماہ سے متعلق نظریاتی اور عملی طور پر شریعت کی خلاف ورزی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اور انھیں نہیں معلوم کہ اس ماہ کے بارے میں صحیح نقطہ نظر کیا ہے!!

ماہِ محرم سے متعلق اہلِ علم کی ذمہ داری:

اس تمام افسوس ناک صورتحال میں حضرات اہلِ علم کی یہ بڑی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس ماہ سے متعلق قرآن وسنت کی روشنی میں امت کی راہنمائی فرمائیں تاکہ امت میں صحیح تعلیمات عام ہو جائیں، اور خلافِ شرع اور منگھڑت باتوں کی نشاندہی اور خاتمہ ہوسکے۔

ماہِ محرم سے متعلق ایک مسلمان کی ذمہ داری:

ایک عام مسلمان کی بھی یہ بڑی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس ماہ سے متعلق مستند اہلِ علم اور مفتیان کرام سے راہنمائی لے، قرآن وسنت کی صحیح تعلیمات پر مبنی ان کی اس راہنمائی میں اس ماہ محرم ومحترم سے متعلق اپنے نظریات اور اعمال کا جائزہ لے کر ان کی اصلاح کرے، ماہ محرم کی حقیقت، فضیلت اور اہمیت کو سمجھنے کی کوشش کرے، نظریاتی اور عملی طور پر شرعی تعلیمات پر عمل کر کے اس ماہ کے فضائل حاصل کرنے کی کوشش کرے

اور ہر اُس نظریے اور عمل سے اجتناب بلکہ اس سے بڑھ کر نفرت اور بیزاری کا اظہار کرے جو قرآن وسنت کی تعلیمات کے خلاف ہو۔ یہی مسلمان کے ایمان کا تقاضا ہے۔

زیرِ نظر رسالے میں قرآن وسنت کی روشنی میں ماہِ محرم الحرام کی حقیقت، اہمیت، فضیلت اور اعمال ذکر کرنے کے ساتھ مروّجہ غیر شرعی نظریات اور اعمال کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ حق بات کہنے، سننے، سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

نئے اسلامی سال کے آغاز سے متعلق چند اہم باتیں:

ماہ محرم چوں کہ اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے اور اسی سے اسلامی سال کی ابتدا ہوتی ہے اس لیے اسلامی سال سے متعلق بھی چند اہم باتیں ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، جن سے جہاں اسلامی سال کی قدر وقیمت معلوم ہوگی وہاں متعدد احکام بھی واضح ہو سکیں گے۔

1۔ اسلامی سال کا تعلق چاند کے ساتھ ہوتا ہے:

اسلامی سال بارہ مہینوں پر مشتمل ہوتا ہے، اس کو قمری سال بھی کہا جاتا ہے کیوں کہ جن مہینوں سے یہ اسلامی اور قمری سال بنتا ہے ان کا تعلق چاند کے ساتھ ہے، اسی وجہ سے یہ مہینے بھی قمری مہینے ہی کہلاتے ہیں جیسا کہ واضح ہے۔

2۔ اسلامی سال کے بارہ مہینوں کے نام:

مُحَرَّمُ الْحَرَام	صَفَرُ الْمُظَفَّر	رَبِیْعُ الْأَوَّل
رَبِیْعُ الثَّانِيْ	جُمَادَی الْأُوْلیٰ	جُمَادَی الثَّانِیَة
رَجَبُ الْمُرَجَّب	شَعْبَانُ الْمُعَظَّم	رَمَضَانُ الْمُبَارَک
شَوَّالُ الْمُکَرَّم	ذُو الْقَعْدَة	ذُو الْحَجَّة

تنبیہ: بہت سے مسلمانوں کو نہ تو اسلامی مہینوں کے نام یاد ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کا صحیح تلفُّظ معلوم ہوتا ہے، اس لیے ان ناموں کو درست الفاظ اور تلفُّظ کے ساتھ یاد کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

3۔اسلامی سال کی بہت بڑی خوبی:

اسلامی سال کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے بارہ مہینے اللہ تعالیٰ نے خود ہی مقرر فرمائے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ میں فرماتے ہیں:

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَآ أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۚ ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ ۚ وَقٰتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَآفَّةً كَمَا يُقٰتِلُونَكُمْ كَآفَّةً ۚ وَاعْلَمُوٓا أَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿٣٦﴾

ترجمہ:

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ مہینے ہے، جو اللہ کی کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) کے مطابق اُس دن سے نافذ چلی آتی ہے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ ان بارہ مہینوں میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔ یہی دین (کا) سیدھا (تقاضا) ہے۔ (آسان ترجمہ قرآن)

اس آیت سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلامی سال کے بارہ مہینے اللہ تعالیٰ نے خود مقرر فرمائے ہیں، جس سے اسلامی سال اور اس کے مہینوں کی قدر وقیمت، برتری اور اہمیت بخوبی واضح ہوتی ہے۔

4۔حسابات میں قمری سال کی حیثیت اور اہمیت:

قمری سال کی فضیلت اور اہمیت سے متعلق یہ سمجھنا ضروری ہے کہ متعدد وجوہات کی وجہ سے قمری تقویم کو اہمیت، برتری اور فضیلت حاصل ہے، اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ قمری تقویم کا اہتمام کریں، اس حوالے سے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی تفسیر معارف القرآن سے ایک آیت کی تفسیر نقل کرتے ہیں تاکہ اس کی روشنی میں یہ اہم موضوع سمجھنے میں سہولت رہے۔

اللہ تعالیٰ سورتِ بقرہ آیت 189 میں بیان فرماتے ہیں کہ :

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ

ترجمہ:

لوگ آپ سے نئے مہینوں کے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ انہیں بتادیجیے کہ یہ لوگوں (کے مختلف معاملات کے)اور حج کے اوقات متعین کرنے کے لیے ہیں۔(آسان ترجمہ قرآن)

تفسیر:

آیتِ مذکورہ میں ذکر یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ''اَهِلَّة''یعنی شروع مہینے کے چاند کے متعلق سوال کیاکہ اس کی صورت آفتاب سے مختلف ہے کہ وہ کبھی باریک ہلالی شکل میں ہوتاہے، پھر آہستہ آہستہ بڑھتاہے، پھر پورادائرہ ہوجاتاہے، پھراس میں تدریجی کمی اسی طرح آتی ہے،اس کی حقیقت دریافت کی یاحکمت ومصلحت کاسوال کیا؟دونوں احتمال ہیں مگر جو جواب دیا گیا اس میں حکمت ومصلحت کا بیان ہے،اگر سوال ہی یہ تھا کہ چاند کے گھٹنے بڑھنے میں حکمت ومصلحت کیاہے؟ تب توجواب اس کے مطابق ہو ہی گیا، اوراگر سوال سے اس گھٹنے بڑھنے کی حقیقت دریافت کرنا مقصود تھاجو صحابہ کرام کی شان سے بعید ہے تو پھر جواب بجائے حقیقت کے حکمت ومصلحت بیان کرنے سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اَجرامِ سماویہ کے حقائق دریافت کرناانسان کے بس میں بھی نہیں اوران کاکوئی دینی یادنیوی کام اس حقیقت کے علم پر موقوف بھی نہیں،اس لیے حقیقت کاسوال فضول ہے، پوچھنے اور بتلانے کی بات یہ ہے کہ چاند کے اس طرح گھٹنے، بڑھنے، چھپنےاور طلوع ہونے سے ہمارے کون سے مصالح وابستہ ہیں؟اس لیے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرمایاکہ آپ ان سے کہہ دیں کہ تمہارے مصالح جو چاند سے وابستہ ہیں یہ ہیں کہ اس کے ذریعہ تمہیں اپنے معاملات اور معاہدوں کی میعاد مقرر کرنااورحج کے ایام معلوم کرناآسان ہوجائے گا۔

قمری اور شمسی حساب کی شرعی حیثیت:

اس آیت سے تو اتنا معلوم ہوا کہ چاند کے ذریعہ تمہیں تاریخوں اور مہینوں کا حساب معلوم ہو جائے گا جس پر تمہارے معاملات اور عبادات حج وغیرہ کی بنیاد ہے، اسی مضمون کو سورۃ یونس کی آیت نمبر 5 میں اس عنوان سے بیان فرمایا ہے: وَقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ (یونس)، جس سے معلوم ہوا کہ چاند کو مختلف منزلوں اور مختلف حالات سے گذارنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سال اور مہینوں اور تاریخوں کا حساب معلوم ہو سکے، مگر سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 12 میں اس حساب کا تعلق آفتاب سے بھی بتلایا گیا ہے، وہ یہ ہے: "فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ" [ترجمہ:] پھر مٹا یارات کا نمونہ، اور بنا دیا دن کا نمونہ دیکھنے کو تاکہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا اور تاکہ معلوم کرو گنتی برسوں کی اور حساب۔

اس تیسری آیت سے اگرچہ یہ ثابت ہوا کہ سال اور مہینوں وغیرہ کا حساب آفتاب سے بھی لگایا جا سکتا ہے (کما ذکرہ فی روح المعانی) لیکن چاند کے معاملہ میں جو الفاظ قرآن کریم نے استعمال کیے ان سے واضح اشارہ اس طرف نکلتا ہے کہ شریعتِ اسلام میں حساب چاند ہی کا متعین ہے خصوصًا ان عبادات میں جن کا تعلق کسی خاص مہینے اور اس کی تاریخوں سے ہے جیسے: روزہ رمضان، حج کے مہینے، حج کے ایام، محرم، شبِ برأت وغیرہ سے جو احکام متعلق ہیں وہ سب رؤیتِ ہلال سے متعلق کیے گئے ہیں کیونکہ اس آیت میں "هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ" فرما کر بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حساب چاند ہی کا معتبر ہے اگرچہ یہ حساب آفتاب سے بھی معلوم ہو سکتا ہے۔

شریعتِ اسلام نے چاند کے حساب کو اس لیے اختیار فرمایا کہ اس کو ہر آنکھوں والا افق پر دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے، عالم، جاہل، دیہاتی، جزیروں پہاڑوں کے رہنے والے جنگلی؛ سب کو اس کا علم آسان ہے، بخلاف شمسی حساب کے کہ وہ آلاتِ رصدیہ اور قواعدِ ریاضیہ پر موقوف ہے جس کو ہر شخص آسانی سے معلوم نہیں

کر سکتا، پھر عبادات کے معاملہ میں تو قمری حساب کو بطورِ فرض متعین کر دیا، اور عام معاملات، تجارت وغیرہ میں بھی اسی کو پسند کیا جو عباداتِ اسلامی کا ذریعہ ہے اور ایک طرح کا اسلامی شعار ہے، اگرچہ شمسی حساب کو بھی ناجائز قرار نہیں دیا، شرط یہ ہے کہ اس کا رواج اتنا عام نہ ہو جائے کہ لوگ قمری حساب کو بالکل بھلا دیں کیونکہ ایسا کرنے میں عبادات روزہ وحج وغیرہ میں خلل لازم آتا ہے جیسا اس زمانے میں عام دفتروں اور کاروباری اداروں بلکہ نجی اور شخصی مکاتبات میں بھی شمسی حساب کا ایسا رواج ہو گیا ہے کہ بہت سے لوگوں کو اسلامی مہینے بھی پورے یاد نہیں رہے، یہ شرعی حیثیت کے علاوہ غیرتِ قومی وملی کا بھی دیوالیہ پن ہے، اگر دفتری معاملات میں جن کا تعلق غیر مسلموں سے بھی ہے ان میں صرف شمسی حساب رکھیں، باقی نجی خط وکتابت اور روزمرہ کی ضروریات میں قمری اسلامی تاریخوں کا استعمال کریں تو اس میں فرض کفایہ کی ادائیگی کا ثواب بھی ہو گا اور اپنا قومی شعار بھی محفوظ رہے گا۔ (معارف القرآن)

خلاصہ:

آیت کی تفسیر سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے حسابات اور معاملات میں قمری تقویم کی رعایت کریں، یہ جہاں فرضِ کفایہ ہے وہاں اسلامی غیرت کا بھی تقاضا ہے اور اجر وثواب کا باعث بھی ہے اور ایک درجے میں شعائرِ اسلام میں سے بھی ہے، یہ متعدد وجوہات ہیں جن کی وجہ سے قمری تقویم کی رعایت اہمیت رکھتی ہے، ایک اور اہم وجہ جس کی وجہ سے قمری تقویم کی پاسداری کی اہمیت بڑھ جاتی ہے وہ یہ ہے کہ متعدد احکام کا تعلق قمری تقویم سے ہے، جس کی تفصیل یہ ہے:

متعدد شرعی احکام کا تعلق قمری تقویم کے ساتھ ہے:

شریعت کے متعدد احکام کا تعلق قمری تقویم یعنی اسلامی ماہ وسال کے ساتھ ہے جیسے: مناسکِ حج، ماہِ رمضان کے روزے، عشرہ ذوالحجہ، عیدین، تکبیراتِ تشریق، زکوٰۃ، قربانی، صدقۃ الفطر، شبِ برأت، پندرہ شعبان، شبِ قدر، عاشورا، بلوغت، نئے مہینے کا چاند دیکھنا اور ان جیسے دیگر احکام۔ اس لیے قمری تقویم کی رعایت اور اہتمام اہمیت کا حامل ہے خصوصًا ان شرعی احکام میں جن کا تعلق قمری تقویم کے ساتھ ہے تاکہ جب اسلامی

ماہ وسال کا علم ہوگا تو ان احکامات کی پاسداری میں سہولت رہے گی۔

قمری تقویم سے ہماری غفلت اور اس کی ایک اہم مثال:

یہ حقیقت ہے کہ بہت سے لوگ قمری تقویم یعنی اسلامی ماہ وسال کی نہ تو رعایت کرتے ہیں، نہ اس کے ناموں سے واقف ہیں، نہ اس کے احکام سے واقف ہیں، نہ اس کی ضرورت کو سمجھتے ہیں۔ قمری تقویم کی اہمیت کو ایک مثال سے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں:

بلوغت کے بارے میں اسلامی تاریخِ پیدائش نوٹ کرنے کی اہمیت:

آج ایک المیہ یہ بھی ہے کہ مسلمان والدین اپنی اولاد کی انگریزی یا شمسی تاریخِ پیدائش تو نوٹ کرتے ہیں لیکن اسلامی تاریخِ پیدائش کی طرف توجہ اور اہمیت ہی نہیں دیتے، اور یوں سمجھتے ہیں کہ اسلامی تاریخِ پیدائش نوٹ کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں، آیئے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ حقیقت سمجھ آجائے:

مسئلہ: جب لڑکے کی عمر اسلامی سال کے اعتبار سے 12 سال اور لڑکی کی عمر 9 سال ہو جائے تو اس کے بعد جب بھی بلوغت کی علامات [جیسے لڑکے کو احتلام، انزال وغیرہ، اور لڑکی کو ماہواری، احتلام وغیرہ] ظاہر ہو جائیں تو یہ دونوں بالغ ہو جاتے ہیں، البتہ اگر بلوغت کی کوئی بھی علامت ظاہر نہ ہو تو پھر اسلامی اعتبار سے 15 سال کی عمر میں دونوں بالغ شمار کیے جائیں گے۔

(صحیح مسلم حدیث: 4814 مع تکملۃ فتح الملہم، عالمگیریہ، ملتقی الابحر، کنز الدقائق مع البحر الرائق)

اس سے معلوم ہوا کہ لڑکے اور لڑکی دونوں کی بلوغت میں اسلامی سال کس قدر اہمیت کا حامل ہے، اگر لڑکے یا لڑکی کی اسلامی تاریخِ پیدائش کا علم نہ ہو تو اس کی بلوغت کا فیصلہ کس قدر مشکل ہوگا؟ کیوں کہ اگر لڑکا یا لڑکی کوئی بلوغت کی علامت ظاہر نہ ہوئی تو پھر اس کو بالغ قرار دینے کے لیے ضروری ہے کہ یہ معلوم ہو کہ اس کی عمر اسلامی اعتبار سے 15 سال ہے، اسی طرح یہ بھی سمجھیے کہ لڑکی چوں کہ 9 اسلامی سال سے پہلے بالغ نہیں ہو سکتی اس لیے اس کو 9 اسلامی سال سے پہلے جو خون آئے تو اس کو ماہواری یعنی حیض نہیں کہتے بلکہ وہ

استحاضہ یعنی بیماری ہے،اس کی بناپر اس کو بالغ شمار نہیں کیاجاسکتا،توجب اسلامی عمر کا علم ہی نہ ہو تو یہ فیصلہ کیسے ہوگا کہ وہ خون حیض ہے یا استحاضہ ؟اور وہ بالغ شمار ہوگی یا نہیں؟؟

خلاصہ:

یقیناً یہ مثال کافی ہوگی اسلامی ماہ وسال کی اہمیت سمجھنے کے لیے!!البتہ ماقبل میں آیت کی تفسیر میں یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ:

"عبادات کے معاملہ میں تو قمری حساب کو بطورِ فرض متعین کردیا، اور عام معاملات، تجارت وغیرہ میں بھی اسی کو پسند کیا جو عبادتِ اسلامی کا ذریعہ ہے اور ایک طرح کا اسلامی شعار ہے،اگرچہ شمسی حساب کو بھی ناجائز قرار نہیں دیا، شرط یہ ہے کہ اس کا رواج اتنا عام نہ ہوجائے کہ لوگ قمری حساب کو بالکل بھلادیں کیونکہ ایسا کرنے میں عبادات روزہ وحج وغیرہ میں خلل لازم آتا ہے جیسا اس زمانے میں عام دفتروں اور کاروباری اداروں بلکہ نجی اور شخصی مکاتبات میں بھی شمسی حساب کا ایسا رواج ہوگیا ہے کہ بہت سے لوگوں کو اسلامی مہینے بھی پورے یاد نہیں رہے، یہ شرعی حیثیت کے علاوہ غیرتِ قومی وملی کا بھی دیوالیہ پن ہے،اگر دفتری معاملات میں جن کا تعلق غیر مسلموں سے بھی ہے ان میں صرف شمسی حساب رکھیں، باقی نجی خط وکتابت اور روزمرہ کی ضروریات میں قمری اسلامی تاریخوں کا استعمال کریں تو اس میں فرض کفایہ کی ادائیگی کا ثواب بھی ہوگا اور اپنا قومی شعار بھی محفوظ رہے گا۔"(معارف القرآن)

ہجری سال کی ابتدا کہاں سے ہوئی؟

ماقبل کی تفصیل سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اسلامی قمری سال اور مہینوں کا آغاز اس کائنات کے روزِ اول ہی سے ہوا، اس لیے حضرت آدم علیہ السلام جب دنیا میں تشریف لائے تو اسی وقت سے اس پر عمل ہوتا چلا آرہا ہے۔ قمری سال کے حوالے سے تو یہاں تک معاملہ یکساں رہا، البتہ سَن کی تعیین میں ہر دور کی عادت مختلف رہی ہے کہ مختلف زمانوں میں لوگ اپنے حسابات، معاملات اور واقعات کی پہچان کے لیے سہولت کی خاطر اپنی تہذیب و تمدن اور قوم و قبیلے کے اعتبار سے کسی اہم واقعے اور سانحے کو بنیاد بنا کر سَن کا حساب لگاتے تھے تاکہ آسانی رہے جیسے اگر کسی واقعے کی پہچان مقصود ہو کہ یہ کب پیش آیا؟ تو وہ یہ کہہ دیتے کہ یہ واقعہ طوفانِ نوح کے تیسرے سال پیش آیا، یا ہمارا یہ معاملہ اصحابِ فیل کے واقعے دوسرے سال طے ہوا، اس طرح مختلف اہم واقعات سن کی بنیاد بنائے گئے، جیسے کسی نے حضرت آدم علیہ السلام کی بعثت کو سَن مقرر کیا، کسی نے طوفانِ نوح کو، کسی نے ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالے جانے کو، کسی نے حضرت موسی علیہ السلام اور ان کی قوم کے نجات کو تو کسی نے حضرت عیسی علیہ السلام کی ولادت کو سن مقرر کیا، الغرض یہ سلسلہ چلتا رہا۔

اس حوالے سے متعدد اقوال ہیں چنانچہ امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے امام شعبی رحمہ اللہ سے نقل فرمایا ہے کہ ”جب اولادِ آدم کی کثرت ہو گئی تو انھوں نے آدم علیہ السلام کے دنیا میں تشریف لانے کو سن مقرر کیا، پھر یہاں سے یہ سلسلہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے تک چلا، یہاں سے حضرت موسی علیہ السلام کے مصر سے نکلنے تک چلا، پھر یہاں سے حضرت داود علیہ السلام تک چلا، اس طرح یہ تاریخی سلسلہ حضرت عیسی علیہ السلام تک جا پہنچا۔“

حضور ﷺ کے بعثت کے زمانے میں بھی عرب میں بعض اہم واقعات، سانحات، جنگوں، واقعہ اصحابِ فیل یا تعمیرِ بیت اللہ کو بنیاد بنا کر سن کی تعیین اور حساب لگانے کا معمول تھا، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں فتوحات کی کثرت ہوئی اور حسابات کی پہچان کے لیے سن کی تعیین کی ضرورت بڑھ گئی تو انھوں نے جلیل القدر صحابہ کرام کی مشاورت سے حضور ﷺ کی مکہ سے مدینہ ہجرت کو بنیاد بنا کر وہی سے ہجری

سن کا آغاز فرمایا، اس طرح یہ جاننا آسان ہو گیا کہ کونسا واقعہ ہجرت کے کونسے سال پیش آیا، اور یہ سلسلہ الحمدللہ آج تک جاری ہے اور آج جو 1440 ہجری سال ختم ہونے کو ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ حضور ﷺ کی ہجرت کو 1440 سال مکمل ہو چکے۔ البتہ بعض روایات کے مطابق حضور ﷺ کے حکم ہی سے ہجرت کے وقت ہجری سن مقرر ہوا، اس کو تسلیم کرنے کی صورت میں پہلے قول کا مطلب یہ ہوگا کہ ہجری سن تو حضور ﷺ ہی کے دور میں مقرر ہوا البتہ سرکاری طور پر حسابات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور سے شروع ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اس کی تفصیل عمدۃ القاری میں دیکھیے:

بابُ التَّارِيخِ: مِنْ أَيْنَ أَرَّخُوا التَّارِيخَ؟:

أَي: هَذَا بَاب فِي بَيَان التَّارِيخ: هُوَ تَعْرِيف الْوَقْت وَكَذَلِكَ التوريخ .... قَوْله: (من أَيْن أَرخُوا التَّارِيخ) أَي: ابْتِدَاء التَّارِيخ من أَي وَقت كَانَ، وَفِيه اخْتِلَاف فروى ابْن الْجَوْزِيّ بِإِسْنَادِهِ إِلَى الشّعبِيّ، قَالَ: لما كثر بَنو آدم فِي الأَرْض وانتشروا أَرخُوا من هبوط آدم، عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام ثمَّ إِلَى زمَان يُوسُف عَلَيْهِ السَّلَام ثمَّ إِلَى خُرُوج مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَام من مصر بني اسرائيل ثمَّ إِلَى زمَان دَاوُد عَلَيْهِ السَّلَام، فَكَانَ التَّارِيخ مِنْهُ إِلَى الطوفان، ثمَّ إِلَى نَار الْخَلِيل، عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام، ثمَّ إِلَى زمَان سُلَيْمَان، عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام، ثمَّ إِلَى زمَان عِيسَى، عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام، وَرَوَاهُ أَيْضا ابْن إِسْحَاق عَن ابْن عَبَّاس، رَضِي الله تَعَالَى عَنْهُمَا، وَحكى مُحَمَّد بن سعد عَن ابْن الْكَلْبِيّ: أَن حمير كَانَت تؤرخ بالتبابعة وغسان بالسد، وَأهل صنعاء بِظُهُور الْحَبَشَة على الْيمن، ثمَّ بِغَلَبَة الْفرس، ثمَّ أرخت الْعَرَب بِالْأَيَّامِ الْمَشْهُورَة: كحرب البسوس، وداحس والغبراء، وبيوم ذِي قار، والفجارات وَنَحْوهَا، وَبَين حَرْب البسوس ومبعث نَبينَا صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، سِتُّونَ سنة. وَقَالَ ابْن هِشَام الْكَلْبِيّ عَن أَبِيه: أما الرّوم فَأَرختْ بقتل دَارا بن دَارا إِلَى ظُهُور الْفرس عَلَيْهِم، وَأما القبط فَأَرختْ ببخت نصر إِلَى فلابطرة صَاحِبَة مصر، وَأما الْيَهُود فَأَرختْ بخراب بَيت الْمُقَدّس، وَأما النَّصَارَى فبرفع الْمَسِيح، عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام. وَأما ابْتِدَاء تَارِيخ الْإِسْلَام فَفِيهِ اخْتِلَاف أَيْضا فروى الْحَافِظ ابْن عَسَاكِر فِي «تَارِيخ دمشق»: عَن أنس بن

مَالك أَنه كَانَ التَّارِيخ من مقدم رَسُول اللهﷺ الْمَدِينَة فِي ربيع الأول، فأرخوا. وَعَن ابْن عَبَّاس: قدم النَّبِي ﷺ الْمَدِينَة وَلَيْسَ لَهُم تَارِيخ، وَكَانُوا يؤرخون بالشهر والشهرين من مقدمه فأقاموا على ذَلِك إِلَى أَن توفّي النَّبِي ﷺ، وَانْقطع التَّارِيخ، وَمَضَت أَيَّام أبي بكر على هَذَا وَأَرْبع سِنِين من خلَافَة عمر على هَذَا، ثمَّ وضع التَّارِيخ، وَاخْتلفُوا فِي سَببه، فروى ابْن السَّمرقَنْدِي: أَن أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيّ رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ كتب إِلَى عمر رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ أَنه يأتينا مِنْك كتب لَيْسَ لَهَا تَارِيخ، فأرخ لتستقيم الْأَحْوَال، فأرخ. وَقَالَ أَبُو الْيَقظَان: رفع إِلَى عمر صك محَله فِي شعْبَان، فَقَالَ: أَي شعْبَان هَذَا؟ الَّذِي نَحن فِيهِ أم الْمَاضِي أم الَّذِي يَأْتِي؟ وَقَالَ الْهَيْثَم ابْن عدي: أول من أرخ يعلى بن أُميَّة، كتب إِلَى عمر من الْيمن كتابا مؤرخاً فَاسْتَحْسَنَهُ وَشرع فِي التَّارِيخ. وَقَالَ ابْن عَبَّاس: لما عزم عمر على التَّارِيخ جمع الصَّحَابَة فاستشارهم، فَقَالَ سعد بن أبي وَقاص: أرخ لوفاة رَسُول الله ﷺ وَقَالَ طَلْحَة: أرخ لمبعثه، وَقَالَ عَليّ بن أبي طَالب: أرخ لهجرته فَإِنَّهَا فرقت بَين الْحق وَالْبَاطِل، وَقَالَ آخَرُونَ: لمولده، وَقَالَ قوم: لنبوته، وَكَانَ هَذَا فِي سنة سبع عشرَة من الْهِجْرَة، وَقيل: فِي سنة سِتّ عشرَة، وَاتَّفَقُوا على قَول عَليّ، رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ، ثمَّ اخْتلفُوا فِي الشُّهُور، فَقَالَ عبد الرَّحْمَن بن عَوْف: أرخ لرجب، فَإِنَّهُ أول الْأَشْهر الْحرم، وَقَالَ طَلْحَة: من رَمَضَان لِأَنَّهُ شهر الْأمة، وَقَالَ عَليّ: من الْمحرم لِأَنَّهُ أول السّنة.

نئے سال کے آغاز سے متعلق ایک دعوتِ فکر

حقیقت یہ ہے کہ ایک مؤمن کو یومیہ بنیادوں پر اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے، نیکی کی توفیق پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے اور اپنی کوتاہیوں پر ندامت اور توبہ کرتے ہوئے مسلسل اپنی اصلاح کی فکر دامن گیر رہنی چاہیے، اپنے محاسبے اور اصلاح کے لیے اسے کسی مہینے، کسی دن، کسی رات یا کسی مخصوص موقع اور عمر کا انتظار نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ اس حیاتِ فانی کا بھروسہ ہی کیا کہ کب پیامِ اجل آپہنچے اور ہم مہلت نہ ملنے پر کفِ افسوس ملتے ہی رہ جائیں۔ اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات عرض کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں کہ نیا سال جب شروع ہوتا ہے تو دل ودماغ پر ایک دستک ضرور پڑتی ہے اور وہ تبدیلی کی دستک ہوتی ہے کہ ایک اور سال ختم ہو چکا اور اک نئے سال کا آغاز ہو گیا۔ اتباعِ شریعت اور روزِ آخرت کو مد نظر رکھنے والوں کے لیے یہ تبدیلی محض ماہ وسال اور کیلنڈر کی تبدیلی نہیں ہونی چاہیے بلکہ اسے ایک دینی اور مثبت تبدیلی کا سنہری موقع سمجھنا چاہیے، کس قدر خوش نصیب وہ مسلمان جن کے لیے یہ تبدیلی ایک خوش گوار دینی تبدیلی کا بہانہ بن جائے!!

نئے سال کے آغاز میں محاسبہ اور لائحہ عمل:

نئے سال کے آغاز میں ہمارے دلوں میں دو طرح کے جذبات واحساسات پیدا ہونے چاہییں: ایک تو سابقہ زندگی سے متعلق اور دوسرا آئندہ کی زندگی سے متعلق۔ نئے سال کے آغاز میں ہمیں اپنی گزری زندگی کا جائزہ لینا چاہیے اور اس کا محاسبہ کرنا چاہیے، جائزہ لینے کے نتیجے میں بنیادی طور پر تین طرح کے اعمال ہمارے سامنے آئیں گے:

- نیک اعمال۔
- گناہ۔
- فضول اور بے کار کام۔

یایوں کہیے کہ اپنی عمر تین بنیادی چیزوں میں صرف ہوتی نظر آئی گی:

- جو عمر اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور شریعت وسنت کی پیروی میں صَرف ہو کر قیمتی بنی۔
- جو عمر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ ہو کر وبال بنی۔
- جو عمر بے کار اور فضول کاموں میں ضائع ہوئی۔

1۔ان تینوں میں سے پہلی بات پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، ان کی قبولیت کی دعا کرنی چاہیے اور مزید عبادت اور اطاعت کی توفیق طلب کرنی چاہیے۔

2۔دوسری بات پر ندامت اور سچی توبہ کرتے ہوئے آئندہ تمام گناہوں سے اجتناب کا پختہ عزم کرلینا چاہیے۔

3۔ تیسری بات پر افسوس اور استغفار کرتے ہوئے آئندہ اس سے اجتناب کرنے کا عزم کرنا چاہیے۔

یہی ایک مؤمن کے جذبات ہونے چاہیے کہ سابقہ زندگی کا احتساب اور اپنی کوتاہیوں کو دور کرتے ہوئے آئندہ کے لیے وقت کو قیمتی اور بامقصد بنانے کا عزم کرتے ہوئے اپنے عقائد، اعمال اور اخلاق کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو جائے، نماز، تلاوت، ذکر اور دیگر عبادات سے اپنے آپ کو آراستہ کرے، گناہوں کو ترک کرنے کی بھرپور کوشش کرے، اچھے اخلاق اور خدمتِ خلق کو شیوہ بنائے رکھے، دین سیکھنے اور امت کو سکھانے کی ہمت کرے اور اپنی ذات سے لے کر معاشرے تک زندگی کے ہر شعبے میں دین کو زندہ کرنے کا عزم کرے۔ اسی کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کے لیے بھی دعاؤں کا اہتمام کرے۔

زندگی کو قیمتی بنانے سے متعلق چھ نکاتی فلسفہ:

- جن چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے ان کو اہمیت اور ترجیح دینا اور انھی کو مقصد بنانا۔
- جو کام اللہ کی رضا کے خلاف ہیں ان سے بھرپور اجتناب کرنا۔
- مباحات یعنی مفید جائز کاموں کو حدود میں رکھنا کہ ان کو مقصد کی بجائے ضرورت بنانا۔
- فضولیات یعنی دنیا اور آخرت کے اعتبار سے بے فائدہ کاموں میں وقت ضائع نہ کرنا۔

- ○ جو چیزیں مقصد کے حصول میں معاون ہوں ان کو بھی اہمیت دینا۔
- ○ جو چیزیں مقصد سے دور کر دیں ان سے دور رہنا۔

بالفاظِ دیگر: زندگی میں سرانجام دیے جانے والے کاموں کی چار بنیادی قسمیں:

- مشروع کام: جس میں فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات سب داخل ہیں۔
- مباحات: یعنی مفید جائز کام۔
- لایعنی امور: دنیا اور آخرت میں بے فائدہ کام۔
- ممنوع امور: یعنی حرام اور مکروہ کام۔

پہلی قسم یعنی مشروع کام بڑی اہمیت کے حامل ہیں، اس لیے ان کو اوڑھنا بچھونا بنانا چاہیے کہ یہی زندگی کا مقصد ہیں۔ دوسری قسم مباحات یعنی مفید جائز کام، یہ بھی زندگی کا حصہ ہیں، ان کے لیے بھی وقت ہونا چاہیے، البتہ ان میں اس قدر انہماک نہیں ہونا چاہیے کہ ان کی وجہ سے مقصد کے حصول میں خلل آئے۔ تیسری قسم لایعنی امور سے اجتناب کریں کہ وہ ہر لحاظ سے بے فائدہ اور وقت ضائع کرنے کا سبب ہیں۔ چوتھی قسم یعنی ناجائز کام مقصد میں رکاوٹ بلکہ نقصان دہ ہوتے ہیں، اس لیے ان سے اجتناب کریں۔

فائدہ: زندگی کو بامقصد اور منظم بنانے کی حقیقت، ضروت، اہمیت اور تفصیلات بندہ کی کتاب ”بامقصد زندگی اور تنظیمِ وقت کی ضرورت اور اہمیت“ میں موجود ہیں۔

یکم محرم الحرام کا ایک مجرب عمل:

مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

جو شخص محرم کی پہلی تاریخ کو 113 مرتبہ پوری ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم“ کاغذ پر لکھ کر اپنے پاس رکھے گا ہر طرح کی آفات و مصائب سے محفوظ رہے گا، مجرّب ہے۔

(جواہر الفقہ: احکام وخواص بسم اللہ، جلد:2 صفحہ:187)

شرعی حدود میں رہتے ہوئے اس پر عمل کرنا درست ہے۔

ماہِ محرم الحرام کے فضائل

ماہ محرم حرمت اور عظمت والا مہینہ ہے:

ما قبل میں اسلامی سال کے بارہ مہینوں کی فضیلت سے متعلق سورتِ توبہ کی جو آیت بیان ہوئی اس میں یہ بھی مذکور تھا کہ ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے حرمت، عظمت اور احترام والے ہیں، ان کو **اَشْھُرُ الْحُرُم** کہا جاتا ہے، یہ مضمون متعدد احادیث میں بھی آیا ہے جس سے ان چار مہینوں کی تعیین بھی واضح ہو جاتی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ:

٣١٩٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنِ ابْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «اَلزَّمَانُ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللهُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ، السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا: أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ، ثَلَاثَةٌ مُتَوَالِيَاتٌ: ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ».

ترجمہ:

حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا کہ "زمانہ اب اپنی اسی ہیئت اور شکل میں واپس آگیا ہے جو اُس وقت تھی جب اللہ نے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا تھا (اس ارشاد سے مشرکین کے ایک غلط نظریے اور طرزِ عمل کی تردید مقصود ہے جس کا ذکر سورتِ توبہ آیت 37 میں موجود ہے۔)، سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے، ان میں سے چار مہینے حُرمت (، عظمت اور احترام) والے ہیں، تین تو مسلسل ہیں یعنی: ذُوالقعدہ، ذُوالحجہ اور مُحرم، اور چوتھا مہینہ رجب کا ہے جو کہ جُمادی الثانیہ اور شعبان کے درمیان ہے۔"

اَشْھُرُ الْحُرُم کی حُرمت کا نتیجہ اور تقاضا:

ان مہینوں کی عزت وعظمت اور احترام کی بدولت ان میں ادا کی جانے والی عبادات کے اجر وثواب میں اضافہ ہوتا ہے جبکہ گناہوں کے وبال اور عذاب میں بھی زیادتی ہوتی ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان مہینوں میں

عبادات کی ادائیگی اور گناہوں سے بچنے کا بخوبی اہتمام کرنا چاہیے۔ حضرات اہلِ علم فرماتے ہیں کہ جو شخص ان چار مہینوں میں عبادت کا اہتمام کرتا ہے اس کو سال کے باقی مہینوں میں بھی عبادات کی توفیق ہو جاتی ہے اور جو شخص ان مہینوں میں گناہوں سے بچنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے تو سال کے باقی مہینوں میں بھی اسے گناہوں سے بچنے کی توفیق ہوتی ہے۔ (احکام القرآن للجصاص سورۃ التوبہ آیت: 36، معارف القرآن سورۃ التوبہ آیت: 36)

"احکام القرآن للجصاص" کی ایمان افروز عبارت ملاحظہ فرمائیں جو کہ سورۃ التوبہ آیت: 36 کی تفسیر میں مذکور ہے:

وَإِنَّمَا سَمَّاهَا حُرُمًا؛ لِمَعْنَيَيْنِ: أَحَدُهُمَا: تَحْرِيمُ الْقِتَالِ فِيهَا وَقَدْ كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ أَيْضًا يَعْتَقِدُونَ تحريم القتال فيها، وقال الله تعالى: «يسئلونك عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فيه كبير»، وَالثَّانِي: تَعْظِيمُ انْتِهَاكِ الْمَحَارِمِ فِيهَا بِأَشَدَّ مِنْ تَعْظِيمِهِ فِي غَيْرِهَا وَتَعْظِيمِ الطَّاعَاتِ فِيهَا أَيْضًا، وَإِنَّمَا فَعَلَ اللهُ تَعَالَى ذَلِكَ؛ لِمَا فِيهِ مِنْ الْمَصْلَحَةِ فِي تَرْكِ الظُّلْمِ فِيهَا لِعِظَمِ مَنْزِلَتِهَا فِي حُكْمِ اللهِ وَالْمُبَادَرَةِ إِلَى الطَّاعَاتِ من الاعتمار وَالصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ وَغَيْرِهَا كَمَا فَرَضَ صَلَاةَ الْجُمُعَةِ فِي يَوْمٍ بِعَيْنِهِ وَصَوْمَ رَمَضَانَ فِي وَقْتٍ مُعَيَّنٍ وَجَعَلَ بَعْضَ الْأَمَاكِنِ فِي حُكْمِ الطَّاعَاتِ، وَمُوَاقَعَةُ الْمَحْظُورَاتِ أَعْظَمُ مِنْ حُرْمَةِ غَيْرِهِ نَحْوَ بَيْتِ اللهِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْمَدِينَةِ، فَيَكُونُ تَرْكُ الظُّلْمِ وَالْقَبَائِحِ فِي هَذِهِ الشُّهُورِ وَالْمَوَاضِعِ دَاعِيًا إلى تركها في غيره، ويصير فِعْلِ الطَّاعَاتِ وَالْمُوَاظَبَةِ عَلَيْهَا فِي هَذِهِ الشُّهُورِ وَهَذِهِ الْمَوَاضِعِ الشَّرِيفَةِ دَاعِيًا إِلَى فِعْلِ أَمْثَالِهَا فِي غَيْرِهَا لِلْمُرُورِ وَالِاعْتِيَادِ وَمَا يَصْحَبُ اللهُ الْعَبْدَ مِنْ تَوْفِيقِهِ عِنْدَ إِقْبَالِهِ إِلَى طَاعَتِهِ وَمَا يَلْحَقُ الْعَبْدَ مِنَ الْخِذْلَانِ عِنْدَ إِكْبَابِهِ عَلَى الْمَعَاصِي وَاشْتِهَارِهِ وَأُنْسِهِ بِهَا، فَكَانَ فِي تَعْظِيمِ بَعْضِ الشُّهُورِ وَبَعْضِ الْأَمَاكِنِ أَعْظَمُ الْمَصَالِحِ فِي الِاسْتِدْعَاءِ إِلَى الطَّاعَاتِ وَتَرْكِ الْقَبَائِحِ، وَلِأَنَّ الْأَشْيَاءَ تَجُرُّ إِلَى أَشْكَالِهَا وَتُبَاعِدُ مِنْ أَضْدَادِهَا فَالِاسْتِكْثَارُ مِنَ الطَّاعَةِ يَدْعُو إِلَى أَمْثَالِهَا وَالِاسْتِكْثَارُ مِنَ الْمَعْصِيَةِ يَدْعُو إِلَى أَمْثَالِهَا.

عاشورا کے دن کی خصوصی فضیلت:

ویسے تو محرم کے پورے مہینے کی فضیلت ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا، البتہ محرم کے مہینے میں خصوصیت کے ساتھ عاشورا یعنی محرم کی دسویں تاریخ کی فضیلت محرم کے باقی دنوں کی بنسبت زیادہ ہے، اس دن تاریخِ انسانی میں متعدد عظیم واقعات کا ظہور بھی ہوا۔ عاشورا کی اسی خصوصی فضیلت کی وجہ سے اس دن عبادات کی فضیلت اور اہمیت بھی زیادہ ہے، مزید تفصیل آگے بیان کی جائے گی ان شاءاللہ۔

ماہِ محرم الحرام کے اعمال

ماہِ محرم کے عمومی اعمال:

ما قبل میں مذکور تفصیل سے ماہِ محرم کی عمومی عبادات کی حقیقت اور اہمیت واضح ہو جاتی ہے کہ محرم کے مہینہ کی فضیلت اور اہمیت کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں گناہوں سے خصوصی طور پر اجتناب کرنے کے ساتھ ساتھ عبادات کا بھی خوب اہتمام کیا جائے۔ یہ عبادات دن میں بھی ادا کی جاسکتی ہیں اور رات میں بھی، اس کے لیے کوئی وقت یا تاریخ خاص نہیں اور نا ہی اس کے لیے کوئی خاص عبادت مقرر ہے، بلکہ ہر شخص اپنی وسعت کے مطابق پورے مہینے کے شب و روز میں موقع محل کے اعتبار سے جس قدر فرائض، واجبات، سنتوں، مستحبات، نوافل، ذکر و تلاوت، دعاؤں، صدقات، روزوں اور دیگر نیک اعمال کا اہتمام کر سکتا ہے تو یہ بڑی ہی سعادت کی بات ہے۔

ماہِ محرم کے روزوں کی فضیلت:

ماہِ محرم میں دیگر عبادات کی طرح روزے رکھنے کی بھی فضیلت ہے، اس لیے محرم کے پورے مہینے میں کسی بھی دن روزہ رکھا جاسکتا ہے، ہر دن کے روزے کی فضیلت ہے کیوں کہ ایک تو یہ حرمت والے مہینوں میں سے ہے جن کی فضیلت بیان ہو چکی، دوسرا یہ کہ احادیث مبارکہ میں خصوصی طور پر محرم کے روزوں کی

فضیلت بھی بیان کی گئی ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ:

2812: حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِمْيَرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضى الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ، وَأَفْضَلُ الصَّلاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلاةُ اللَّيْلِ».

ترجمہ:

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "رمضان کے بعد سب سے افضل روزے محرم کے ہیں، اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی ہے۔"

یومِ عاشورا کے روزے کی فضیلت:

محرم کے مہینے میں خصوصیت کے ساتھ عاشورا یعنی محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ مہینے کے باقی ایام کے روزوں سے افضل ہے، جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ:

2006: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلَى غَيْرِهِ إِلَّا هَذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَهَذَا الشَّهْرَ يَعْنِي شَهْرَ رَمَضَانَ.

ترجمہ:

حضور ﷺ عاشورا کے دن کے روزے اور ماہِ رمضان کے روزوں کو دیگر ایام پر فضیلت دیتے تھے۔

اسی طرح صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ:

2803: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ حَمَّادٍ -قَالَ يَحْيَى أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ- عَنْ غَيْلانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْبَدٍ الزِّمَّانِيِّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ .... «صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ، وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ».

ترجمہ:

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "عاشورا کے دن روزہ رکھنے سے پچھلے ایک سال کے (صغیرہ) گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔"

یومِ عاشورا کے روزے کا تاریخی پہلو:

صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ:

1592: عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانُوا يَصُومُونَ عَاشُورَاءَ قَبْلَ أَنْ يُفْرَضَ رَمَضَانُ، وَكَانَ يَوْمًا تُسْتَرُ فِيهِ الْكَعْبَةُ، فَلَمَّا فَرَضَ اللهُ رَمَضَانَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «مَنْ شَاءَ أَنْ يَصُومَهُ فَلْيَصُمْهُ، وَمَنْ شَاءَ أَنْ يَتْرُكَهُ فَلْيَتْرُكْهُ».

2002: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ يَوْمُ عَاشُورَاءَ تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَصُومُهُ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ، وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ.

صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ:

2714: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَوَجَدَ الْيَهُودَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ ﷺ «مَا هَذَا الْيَوْمُ الَّذِى تَصُومُونَهُ؟» فَقَالُوا: هَذَا يَوْمٌ عَظِيمٌ، أَنْجَى اللهُ فِيهِ مُوسَى وَقَوْمَهُ، وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ، فَصَامَهُ مُوسَى شُكْرًا، فَنَحْنُ نَصُومُهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ»، فَصَامَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ، وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ.

ان دو احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورا کا روزہ رکھتے تھے، رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے حضور ﷺ مکہ میں عاشورا کا روزہ رکھتے تھے، مدینہ آنے کے بعد حضور ﷺ نے دیکھا کہ یہود اس دن روزہ رکھتے ہیں، تو حضور ﷺ نے ان سے اس کی وجہ پوچھی، تو یہود نے کہا کہ یہ

عاشورا تو عظیم الشان دن ہے، اس دن اللہ نے حضرت موسی علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی تھی، اور فرعون کو قوم سمیت غرق کر دیا تھا، تو حضرت موسی علیہ السلام نے شکر کے طور پر اس دن روزہ رکھا، اس لیے ہم بھی روزہ رکھتے ہیں، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہم حضرت موسی علیہ السلام کے تم سے زیادہ حق دار ہیں، تو حضور ﷺ نے عاشورا کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا، (اسی سے بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے عاشورا کا روزہ فرض تھا۔) پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ عاشورا کا روزہ رکھنے سے متعلق ہر ایک کو اختیار ہے، کوئی رکھنا چاہے تو رکھ لے اور نہ رکھنا چاہے تو نہ رکھے۔ اس سے عاشورا کے روزے کی فرضیت تو منسوخ ہوگئی البتہ اس کا مستحب ہونا برقرار رہا۔

یومِ عاشورا کے روزے کے ساتھ ایک اور روزہ ملانے کی حقیقت اور حکم:

صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ:

2722: وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ: حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُمَيَّةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا غَطَفَانَ بْنَ طَرِيفٍ الْمُرِّيَّ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما يَقُولُ: حِينَ صَامَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ: إِنَّهُ يَوْمٌ تُعَظِّمُهُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «فَإِذَا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ -إِنْ شَاءَ اللهُ- صُمْنَا الْيَوْمَ التَّاسِعَ». قَالَ فَلَمْ يَأْتِ الْعَامُ الْمُقْبِلُ حَتَّى تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ.

ترجمہ:

حضور ﷺ نے جب عاشورا کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا تو صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہود و نصاری تو اس دن کی تعظیم کرتے ہیں، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ "ان شاء اللہ اگلے سال ہم نو تاریخ کا روزہ بھی رکھیں گے۔" لیکن اگلے سال سے پہلے ہی انتقال فرما گئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے یہود و نصاری کی مشابہت سے بچنے کے لیے نو محرم کا

روزہ رکھنے کا بھی حکم فرمایا، لیکن اگلا محرم آنے سے پہلے ہی ربیع الاول میں انتقال فرماگئے۔اس لیے اس حدیث کی رو سے عاشورا کے روزے کے ساتھ 9 یا 11 تاریخ کو ملا کر دو روزے رکھنے چاہییے، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس کی حدیث ہے کہ:

- مسند احمد میں ہے:

٢١٥٤- قَالَ هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «صُومُوا يَوْمَ عَاشُورَاءَ، وَخَالِفُوا فِيهِ الْيَهُودَ، صُومُوا قَبْلَهُ يَوْمًا أَوْ بَعْدَهُ يَوْمًا».

- مصنف عبد الرزاق میں ہے:

٧٨٣٩ - أخبرنا عبد الرزاق قال: أخبرنا ابن جريج قال: أخبرني عطاء أنه سمع ابن عباس يقول في يوم عاشوراء: خالفوا اليهود، وصوموا التاسع والعاشر.

- اسی طرح شعب الایمان میں یہ حدیث ہے کہ:

٣٥١٠- أخبرنا ابو الحسين بن الفضل: نا عبد الله بن جعفر: نا يعقوب بن سفيان: حدثني الحميدي: نا سفيان عن بن أبي ليلى، عن داود بن علي، عن أبيه، عن جده: أن رسول الله ﷺ قال: «لئن بقيت لأمرت بصيام يوم قبله أو بعده يوم عاشوراء».

ان احادیث مبارکہ اور شرعی دلائل کی روشنی میں حضرات فقہاء فرماتے ہیں کہ تنہا ایک روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ مستحب اور بہتر یہی ہے کہ عاشورا کے ساتھ ایک اور روزہ نویں یا گیارہویں تاریخ کا ملا کر دو روزے رکھے جائیں اور یہی حضور اقدس ﷺ کی خواہش کے عین مطابق ہے، جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے:

والظاهر أن صوم عاشوراء من القسم الثاني بل سماه في «الخانية» مستحبًّا فقال: ويستحب أن يصوم يوم عاشوراء بصوم يوم قبله أو يوم بعده؛ ليكون مخالفا لأهل الكتاب، ونحوه في

«البدائع»، بل مقتضى ما ورد من أن صومه كفارة للسنة الماضية وصوم عرفة كفارة للماضية والمستقبلة كون صوم عرفة آكد منه، وإلا لزم كون المستحب أفضل من السنة وهو خلاف الأصل. تأمل.......

(وتنزيها كعاشوراء وحده) أي منفردا عن التاسع أو عن الحادي عشر. «إمداد»؛ لأنه تشبه باليهود، «محيط». قوله: (وسبت وحده)؛ للتشبه باليهود، «بحر». وهذه العلة تفيد كراهة التحريم، إلا أن يقال: إنما تثبت بقصد التشبه كما مر نظيره ط. قلت: وفي بعض النسخ: «وأحد» بدل قوله: «وحده»، وبه صرح في «التاترخانية» فقال: ويكره صوم النيروز والمهرجان إذا تعمده ولم يوافق يوما كان يصومه قبل ذلك وهكذا قيل في يوم السبت والأحد. اه، أي يكره تعمد صومه إلا إذا وافق يوما كان يصومه قبل كما لو كان يصوم يوما ويفطر يوما أو كان يصوم أول الشهر مثلا فوافق يوما من هذه الأيام. وأفاد قوله: «وحده» أنه لو صام معه يوما آخر فلا كراهة؛ لأن الكراهة في تخصيصه بالصوم؛ للتشبه. وهل إذا صام السبت مع الأحد تزول الكراهة محل تردد؛ لأنه قد يقال: إن كل يوم منهما معظم عند طائفة من أهل الكتاب ففي صوم كل واحد منهما تشبه بطائفة منهم. وقد يقال: إن صومهما معا ليس فيه تشبه؛ لأنه لم تتفق طائفة منهم على تعظيمهما معا، ويظهر لي الثاني بدليل أنه لو صام الأحد مع الاثنين تزول الكراهة؛ لأنه لم يعظم أحد منهم هذين اليومين معا وإن عظمت النصارى الأحد وكذا لو صام مع عاشوراء يوما قبله أو بعده مع أن اليهود تعظمه. (كتاب الصوم)

محرم اور عاشورا کے روزوں سے متعلق چند اہم باتیں:

مذکورہ بالا تفصیل سے چند اہم باتیں سامنے آتی ہیں:

1: ماہِ محرم کے روزے صرف نو اور دس محرم کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اس مہینے کے ہر ہر دن روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت ہے، اس لیے وسعت کے مطابق جس قدر چاہیں روزے رکھنا سعادت اور فضیلت کی بات ہے۔

2: ماہِ محرم کے روزوں میں خصوصی فضیلت دس محرم کے روزے کو حاصل ہے، جس کا اجر دیگر ایام کی بنسبت

زیادہ ہے، جس کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی۔

3: تنہا عاشورا کا روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ مستحب اور بہتر یہی ہے کہ عاشورا کے ساتھ ایک اور روزہ نویں یا گیارہویں تاریخ کا ملا کر دو روزے رکھے جائیں اور یہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے عین مطابق ہے۔

بعض اہلِ علم فرماتے ہیں کہ آجکل چوں کہ یہود عاشورا کا روزہ نہیں رکھتے اس لیے اب مشابہت نہ رہی، جس کی وجہ سے عاشورا کے روزے کے ساتھ ایک اور روزہ ملانے کا حکم باقی نہیں رہا۔ لیکن اس بات سے اتفاق مشکل ہے کیوں کہ اول تو اس کا کوئی ٹھوس ثبوت نہیں کہ یہود عاشورا کا روزہ نہیں رکھتے ہیں، دوم یہ کہ یہ کہنا ہی محلِ نظر ہے کہ یہود آجکل یہ روزہ نہیں رکھتے کیوں کہ یہود کا وہ طبقہ جو مذہب کے ساتھ گہری وابستگی رکھتا ہے ان کے بارے میں یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ عاشورا کا روزہ نہیں رکھتے ہوں گے۔ سوم یہ کہ اگر یہ بات تسلیم کر بھی لی جائے کہ یہود آجکل روزہ نہیں رکھتے تب بھی حضور ﷺ کی خواہش کے پیشِ نظر دو روزے رکھنا مستحب ہے کیوں کہ دین کے متعدد احکام ایسے بھی ہیں جو کسی مخصوص علت کی وجہ سے مشروع ہوئے تھے، لیکن بعد میں وہ علت نہ پائے جانے کے باوجود بھی سرانجام دیے جارہے ہیں، جیسے طوافِ قدوم میں رمل اس کی عمدہ مثال ہے کہ جو مکہ کے کفار کو قوت دکھانے کے لیے مشروع ہوا تھا لیکن وہ علت نہ پائے جانے کے باوجود بھی آج تک جاری ہے۔

4: اگر کوئی شخص تنہا عاشورا ہی کا روزہ رکھنا چاہے تو ناجائز نہیں بلکہ اس کو اس روزے کا پورا اجر ملے گا، اس لیے وہ حضرات جو کسی وجہ سے دو روزے نہ رکھ سکتے ہوں تو وہ بھی عاشورا کا ایک ہی روزہ رکھ کر اس کی فضیلت حاصل کر سکتے ہیں، کیوں کہ ان دو روزوں میں سے اصل فضیلت عاشورا کے روزے کی ہے، جبکہ یہود کی مشابہت کی وجہ سے ایک اور روزہ ساتھ ملانا ایک اضافی معاملہ ہے۔

5: نو یا گیارہ محرم کے روزے سے متعلق کوئی خاص فضیلت ثابت نہیں جیسا کہ عاشورا کے روزے کے لیے ثابت ہے، البتہ اس کے لیے یہی فضیلت کافی ہے کہ یہ محرم ہی کا ایک دن ہے اور محرم میں روزے رکھنا

رمضان کے بعد سب سے زیادہ ثواب رکھتا ہے،اور دوسری فضیلت یہ قرار دی جاسکتی ہے کہ عاشورا کے روزے کے ساتھ ان کا روزہ رکھنے کے نتیجے میں یہود کی مشابہت سے بچنے کی حضور اقدس ﷺ کی خواہش پر عمل نصیب ہوتا ہے۔

6: اوپر جو دو روزے رکھنے کی بات ذکر ہوئی تو اس میں اصل روزہ دس محرم کا ہے، کہ دس کے ساتھ 9 یا 11 تاریخ کا روزہ ملانے کا استحبابی حکم ہے، لیکن اگر کوئی شخص اس مہینے کے کسی اور دن روزہ رکھنا چاہے تو اس کے ساتھ کوئی اور روزہ ملانے کا حکم نہیں۔اسی طرح اگر کسی نے نو محرم کا روزہ رکھ لیا اور وہ دس محرم کا روزہ کسی وجہ سے نہ رکھنا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، کیوں نو محرم ماہِ محرم کا ایک عام دن ہے،اس کی اپنی فضیلت ہے البتہ اس کے ساتھ دس محرم کا روزہ ملانے کا حکم نہیں۔

7: محرم کے یہ روزے رکھنا زیادہ سے زیادہ مستحب عمل ہے،اس لیے اس کو ضروری سمجھنا اور اس معاملے میں حدود سے تجاوز کرنا ناجائز ہے۔ (مستفاد از: ردالمحتار،اصلاحی خطبات،ودیگر کتب)

دس محرم کو اپنے اہل وعیال پر نان نفقہ میں وسعت کرنے کی شرعی حیثیت

متعدد احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ جو شخص اپنے آپ پر اور اپنے اہل وعیال پر عاشورا کے دن (کھانے پینے اور دیگر اخراجات وغیرہ میں) وسعت اور فراخی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر پورا سال وسعت فرمائیں گے۔ یہ احادیث اگر انفرادی طور پر تو ضعیف بھی ہیں تب بھی ایک دوسرے کے لیے تقویت کا سبب بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں، اس لیے مجموعی طور پر ان احادیث سے ثابت شدہ مذکورہ بات قابلِ قبول ہے، امت کے جلیل القدر اہلِ علم اور حضرات اکابر نے بھی اس بات کو قبول فرمایا ہے۔

جیسا کہ الاستذکار میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

١٤٢٩٤- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ قَاسِمٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَكَمٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ الْحُبَابِ قَالَ: حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الطَّيَالِسِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «مَنْ وَسَّعَ عَلَى نَفْسِهِ وَأَهْلِهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللهُ عَلَيْهِ سَائِرَ سَنَتِهِ».

ترجمہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”جو اپنے آپ پر اور اپنے گھر والوں پر عاشورا کے دن (کھانے پینے اور دیگر اخراجات وغیرہ میں) وسعت اور فراخی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر پورا سال وسعت فرمائیں گے۔“

امام بیہقی رحمہ اللہ نے ”شعب الایمان“ میں متعدد صحابہ کرام سے یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

- **حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے:**

٣٧٩١ - أخبرنا علي بن أحمد بن عبدان: أنا أحمد بن عبيد: نا محمد بن يونس: نا عبد الله بن إبراهيم الغفاري: نا عبد الله بن أبي بكر ابن أخي محمد بن المنكدر عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: «من وسع على أهله يوم عاشوراء وسع الله على أهله طول سنته».

هذا إسناد ضعيف فروي من وجه آخر كما:

- **حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے:**

٣٧٩٢ - أخبرنا أبو الحسن علي بن محمد بن علي بن أبي علي الحافظ: أنا أبو بكر محمد بن عبد الله البزاز ببغداد: نا جعفر بن محمد بن كدال: حدثني علي بن مهاجر البصري: نا هيضم بن شداخ الوراق: نا الأعمش، وأخبرنا أبو الحسن محمد بن علي بن حشيش التميمي المقريء بالكوفة: نا أبو جعفر محمد بن علي بن دحيم: نا محمد بن أحمد بن عاصم الجرجاني: نا عمار بن رجاء: نا علي بن أبي طالب: نا هيضم بن شداخ عن الأعمش، عن إبراهيم، عن علقمة، عن عبد الله قال: قال النبي ﷺ: «من وسع على عياله يوم عاشوراء وسع الله عليه في سائر سنته». تفرد به هيضم عن الأعمش.

- **حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے:**

٣٧٩٣- أخبرنا أبو الحسين: نا أبو جعفر: نا محمد بن أحمد بن عاصم: نا أحمد ابن يحيى بن عيسى: نا عبد الله بن نافع الصائغ المدني عن أيوب بن مينا عمن حدثه عن أبي سعيد الخدري عن النبي ﷺ بنحوه.

٣٧٩٤- أخبرنا علي بن أحمد بن عبدان: أنا أحمد بن عبيد الصفار: نا ابن أبي الدنيا: نا خالد بن خراش: نا عبد الله بن نافع: حدثني أيوب بن سليمان بن مينا عن رجل عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله ﷺ: «من وسع على أهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته».

- **حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے:**

٣٧٩٥- أخبرنا أبو سعد الماليني: أنا أبو أحمد بن علي: نا الحسين بن علي الأهوازي: نا معمر بن سهل: نا حجاج بن نصير: نا محمد بن ذكوان عن يعلى بن حكيم، عن سليمان بن أبي عبد الله، عن أبي هريرة: أن رسول الله ﷺ قال: «من وسع على عياله و أهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر سنته».

ان روایات سے متعلق امام بیہقی رحمہ اللہ کا فیصلہ:

یہ تمام احادیث نقل کرنے کے بعد امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ تمام روایات اگرچہ ضعیف ہیں لیکن چوں کہ ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں اس لیے مجموعی اعتبار سے ان میں قوت آجاتی ہے:

هذه الأسانيد وإن كانت ضعيفة فهي إذا ضم بعضها إلى بعض أخذت قوة، والله أعلم.

عاشورا کے دن وسعت والی بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور امام محمد بن منتشر تابعی سے بھی مروی ہے جیسا کہ الاستذکار میں ہے کہ:

١٤٢٩٧ - حَدَّثَنَا قَاسِمُ بْنُ أَصْبَغَ قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَضَّاحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْعَابِدُ عَنْ بُهْلُولِ بْنِ رَاشِدٍ، عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: مَنْ وَسَّعَ عَلَى أَهْلِهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللهُ عَلَيْهِ سَائِرَ السَّنَةِ.

١٤٢٩٩- وَرَوَى ابْنُ عُيَيْنَةَ وَإِبْرَاهِيمُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ قَالَ: مَنْ وَسَّعَ عَلَى أَهْلِهِ فِي عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللهُ عَلَيْهِ سَائِرَ السَّنَةِ.

"الاستذکار" میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ، امام یحییٰ بن سعید اور امام سفیان رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا تو اسے حق ہی پایا۔

١٤٢٩٥- قَالَ: جَابِرٌ: جَرَّبْنَاهُ فَوَجَدْنَاهُ كَذَلِكَ.

١٤٢٩٨- قَالَ: يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: جَرَّبْنَا ذَلِكَ فَوَجَدْنَاهُ حَقًّا.

١٤٣٠٠- قَالَ سُفْيَانُ: جَرَّبْنَا ذَلِكَ فَوَجَدْنَاهُ كَذَلِكَ.

اس تمام تفصیل سے معلوم ہوا کہ دس محرم کو اپنے اہل وعیال، ملازمین وغیرہ پر عام دنوں کے مقابلے میں نان نفقہ، کھانے پینے، لباس پوشاک اور دیگر ضروریات اور اخرجات سے متعلق وسعت اور فراخی کرنا اچھی بات ہے، البتہ اس کو باقاعدہ عمومی دعوت کی شکل نہ دی جائے کہ محلے میں اسے تقسیم کرنے کا سلسلہ شروع کیا جائے، اسی طرح اس کو ضروری بھی نہ سمجھا جائے اور نہ ہی اس کو شرعی حدود سے آگے بڑھایا جائے۔

کیاماہِ محرم کی عظمت سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ہے؟؟

بہت سے لوگوں کا خیال یہ ہے کہ ماہِ محرم یا دس محرم کو جو فضیلت حاصل ہے وہ حضرت حسین اور ان کے دیگر جانثار شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم کی شہادت کی وجہ سے ہے، واضح رہے کہ یہ بات متعدد وجوہات کی وجہ سے درست نہیں:

1۔ کسی مہینے کی فضیلت کے لیے شرعی ثبوت ضروری ہے:

کسی سال، مہینے یا دن کی فضیلت ثابت شدہ امور میں سے ہوا کرتے ہیں، یعنی یہ اپنی طرف سے بیان نہیں کی جاسکتی بلکہ اس کا قرآن وسنت اور شرعی دلائل سے ثبوت ہونا ضروری ہوا کرتا ہے، جبکہ قرآن وسنت سے یہ بات ثابت ہی نہیں کہ محرم اور عاشورا کو فضیلت سیدنا حسین اور ان کے دیگر جانثار احباب رضی اللہ عنہم کی شہادت کی وجہ سے ملی۔

2: حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے محرم کا باعثِ فضیلت ہونا ثابت نہیں:

حضور ﷺ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بخوبی علم تھا لیکن اس کے باوجود بھی حضور اقدس ﷺ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو محرم اور عاشورا کی فضیلت کی وجہ قرار نہیں دی۔

3: ماہِ محرم کی فضیلت پہلے ہی سے طے شدہ ہے:

ما قبل میں سورتِ توبہ کی آیت اور صحیح بخاری کی حدیث کی رو سے تفصیل سے بیان ہوچکا کہ محرم اُن چار بابرکت مہینوں میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات بناتے وقت ہی سے بڑی عزت، احترام، فضیلت اور اہمیت عطا فرمائی ہے۔ جہاں تک دس محرم کی فضیلت کا تعلق ہے تو یہ بھی پہلے بیان ہوچکا کہ یہود ونصاریٰ بھی اس دن کو عظمت اور احترام والا سمجھتے تھے، اور احادیث میں حضور ﷺ نے اس دن کی فضیلت بھی بیان فرمائی، اور اس دن روزہ رکھنا اجر کا باعث قرار دیا، جبکہ واقعہ کربلا تو بہت بعد میں سن 61 ہجری میں پیش آیا، اس

لیے جب محرم اور عاشورا کی فضیلت پہلے ہی سے ثابت ہے تو یہ کہنا ہرگز درست نہیں کہ ان کو فضیلت حضرت حسین اور ان کے دیگر جانثار احباب رضی اللہ عنہم کی شہادت کی وجہ سے ملی۔

4: ماہِ محرم کی فضیلت اور حضرت حسین کی شہادت سے متعلق مناسب موقف:

اس معاملے میں یوں کہنا مناسب اور درست ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے لیے محرم کا مبارک مہینہ اور عاشورا کا مبارک دن اس لیے منتخب فرمایا کہ یہ مہینہ اور دن فضیلت والا تھا، یعنی اللہ نے اس مقدس مہینے اور مبارک دن کو اپنے مقبول بندے کی شہادت کے واسطے منتخب فرمایا، گویا کہ ماہِ محرم یا عاشورا کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں ہوئی بلکہ خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اس دن شہید ہونے کی فضیلت حاصل ہوئی۔

(خطباتِ حکیم الامت، احسن الفتاویٰ، ماہِ محرم الحرام کے فضائل و احکام از مفتی محمد رضوان صاحب)

کیا محرم غم کا مہینہ ہے؟

بہت سے لوگ حضرت حسین اور ان کے دیگر جانثار احباب رضی اللہ عنہم کی شہادت کی وجہ سے اس مہینے کو غم کا مہینہ سمجھتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ اس مہینے میں شادی بیاہ بھی نہیں کرتے، مکان کی تعمیر بھی نہیں کرتے، خوشی کی کوئی بھی تقریب منعقد نہیں کرتے، جائز زیب وزینت اختیار نہیں کرتے، نئے کپڑے نہیں خریدتے اور نہ ہی پہنتے ہیں، عورتیں مہندی نہیں لگاتی۔ اسی طرح بعض لوگ غم کی وجہ سے اس مہینے میں سیاہ لباس پہنتے ہیں، سوگ مناتے ہیں؛ یہ تمام باتیں غیر شرعی ہیں۔ ماہِ محرم کو غم کا مہینہ قرار دینا اور اس کی بنا پر غم منانا ہر گز درست نہیں، اس کی متعدد وجوہات ہیں:

1۔ المناک شہادت کی بنیاد پر محرم کے مہینے میں غم منانا بلا دلیل ہے:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے دیگر جانثار احباب رضی اللہ عنہم کی شہادت یقیناً ایک نہایت ہی المناک، غمناک اور روح فرسا واقعہ تھا، لیکن ان کی شہادت کی وجہ سے ماہِ محرم کو غم کا مہینہ قرار دے کر غم منانا قرآن وسنت، شرعی دلائل اور جمہورِ امت سے ہر گز ثابت نہیں، اس لیے یہ بات بلا دلیل ہے، یہ چیزیں کسی معتبر شرعی دلیل کے بغیر تسلیم نہیں کی جاسکتیں۔

2۔ پھر تو سارا سال غم منانا چاہیے!!

اگر حضرت حسین اور ان کے دیگر جانثار احباب رضی اللہ عنہم کی مظلومانہ شہادت کی وجہ سے کسی مہینے کو غم زدہ قرار دینا درست مان لیا جائے تو پھر اسلامی تاریخ ایسی ہی المناک سانحات سے بھری پڑی ہے کہ سال کے بارہ مہینوں میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام کی المناک شہادتیں ہوئی ہیں، جیسا کہ حضرت حمزہ، حضرت صہیب، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی اور دیگر بہت سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی دردناک شہادتیں امت کی تاریخ کا حصہ ہیں، تو پھر ان کی شہادتوں کی وجہ سے تو سال بھر کو غم والا قرار

دے دینا چاہیے، ظاہر ہے کہ اسے کون تسلیم کر سکتا ہے۔ بلکہ سرکارِ دو عالم رحمتِ کائنات حضور ﷺ کے وصال کے واقعے کے مقابلے میں امت کے لیے کونسا سانحہ بڑا ہو سکتا ہے؟! لیکن اس کی وجہ سے بھی ربیع الاول کو غم والا مہینہ قرار دے کر سوگ کے احکام جاری کرنا کہیں سے ثابت نہیں۔

3: اسلام میں سوگ کی حقیقت اور اس کی مدّت:

کسی شخص کی وفات پر اس کے عزیز واقارب کے لیے سوگ منانے کا حکم یہ ہے کہ سوگ تین دن تک ہونا چاہیے، تین دن کے بعد بھی سوگ منانا دین کا تقاضا نہیں، اس لیے تین دن کے بعد سوگ منانا شریعت کے خلاف ہے۔ البتہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اور وہ حاملہ نہ ہو تو اس کا سوگ چار ماہ دس دن تک ہے، لیکن اگر وہ حاملہ ہو تو اس کا سوگ بچے کی پیدائش تک ہے۔ اسی طرح بعض مطلقہ عورتوں کے لیے بھی سوگ کا حکم ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ (صحیح البخاری حدیث: 5334، احکام میت، فتاویٰ رحیمیہ)

صحیح بخاری میں ہے:

٥٣٣٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ هَذِهِ الأَحَادِيثَ الثَّلاثَةَ: قَالَتْ زَيْنَبُ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُوهَا أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ، فَدَعَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِطِيبٍ فِيهِ صُفْرَةٌ، خَلُوقٌ أَوْ غَيْرُهُ، فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا، ثُمَّ قَالَتْ: وَاللهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: «لا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلاَثِ لَيَالٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا».

یہ حقیقت ہے اسلام میں سوگ کی اور یہی اس کی مدت ہے! اس سے اس غلط نظریے کی واضح تردید ہو جاتی ہے کہ حضرت حسین اور ان کے دیگر جاں نثار احباب رضی اللہ عنہم کی مظلومانہ شہادت کی وجہ سے ماہ محرم

کو غم زدہ قرار دینا چاہیے۔ یاد رہے کہ اسلام میں اس کا کوئی تصور نہیں!

خلاصہ:

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے ماہِ محرم کو غم کا مہینہ قرار نہیں دیا جا سکتا تو اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے آجکل جو غم منانے کے طور پر مختلف کام کیے جاتے ہیں یا مختلف نظریات قائم کیے جاتے ہیں؛ یہ سراسر غیر شرعی اعمال و نظریات ہیں۔

ماہِ محرم میں شادی سے متعلق نحوست یا ممانعت کا بے بنیاد نظریہ

ہمارے معاشرے میں ماہِ محرم، صفر، شوّال اور ذوالقعدہ میں نکاح کرنے کو معیوب اور غلط سمجھا جاتا ہے بلکہ ان مہینوں میں نکاح کرنے کو نحوست کا باعث قرار دیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ نکاح کی تاریخ طے کرنے سے پہلے باقاعدہ ان مہینوں پر نظر رکھی جاتی ہے کہ اگر کہیں ان مہینوں میں نکاح کی تاریخ آرہی ہو تو بدفالی اور بدشگونی لیتے ہوئے اسے تبدیل کیا جاتا ہے تاکہ ’’نحوست‘‘ سے حفاظت ہوسکے اور شادی کامیاب رہے۔

مہینوں کو ’’منحوس‘‘ قرار دینے کے معاملے میں علاقوں اور قوموں کے نظریات بھی مختلف ہیں کہ مختلف قومیں مختلف مہینوں کو منحوس قرار دیتی ہیں۔ خصوصًا بہت سے علاقوں میں یہ افسوس ناک صورتحال ماہِ محرم سے متعلق بکثرت دیکھنے کو ملتی ہے کہ ماہِ محرم کی ’’نحوست‘‘ سے بچنے کے لیے ماہِ ذوالحجہ ہی میں شادی بیاہ منعقد کرانے پر بہت زور دیا جاتا ہے حتی کہ ذوالحجہ کے آخر میں شادیوں کی بہتات کا یہ عالَم ہوتا ہے کہ علاقے بھر میں جگہ جگہ شادی بیاہ کی تقریبات دکھائی دیتی ہیں، اور عمومًا اس کی وجہ بھی صرف یہی ہوتی ہے کہ کہیں ماہِ محرم نہ آجائے اور اس کی ’’نحوست‘‘ ہماری شادی خانہ آبادی کو متاثر نہ کردے۔

ایسے بے بنیاد نظریات وتوہُّمات میں عمومًا خواتین زیادہ مبتلا ہوتی ہیں، اس لیے اس معاملے میں بھی مردوں کے مقابلے میں خواتین زیادہ دخل اندازی اور اصرار کرتی ہیں اور بھرپور کوشش کرتی ہیں کہ نکاح کی تاریخ ان ’’نحوست‘‘ والے مہینوں میں نہ آنے پائے۔ واضح رہے کہ ایسے معاملات میں خواتین کو مکمل اختیار دے دینا عمومًا دنیوی اور اُخروی خسارے کا باعث بن جاتا ہے۔ اس لیے ایسے امور میں خواتین کو حکمت وبصیرت سے سمجھانا چاہیے، لیکن اگر وہ سمجھانے کے باوجود بھی وہ غیر شرعی باتوں پر اصرار کریں تو ان کی بات ہرگز تسلیم نہ کی جائے بلکہ شادی دینی تعلیمات کے مطابق ہی سرانجام دی جائے۔ افسوس کہ آج کا مسلمان دینِ اسلام کی تعلیمات سے کس قدر بے خبر ہے اور کس قدر بے بنیاد نظریات وتوہُّمات کا شکار ہے!!

ماہِ محرم میں شادی نہ کرنے سے متعلق عوام میں رائج متعدد نظریات:

ماہِ محرم میں شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات منعقد نہ کرنے سے متعلق عوام میں متعدد بے بنیاد اور غیر شرعی نظریات پائے جاتے ہیں:

- ایک نظریہ یہ ہے کہ چوں کہ اس ماہ میں حضرت حسین اور ان کے جانثار احباب رضی اللہ عنہم کی شہادت ہوئی ہے اس لیے یہ غم کا مہینہ ہے، اور غم کا تقاضا یہ ہے کہ خوشی نہ منائی جائے، اس لیے اس ماہِ محرم میں شادی بیاہ کی تقریبات منعقد نہیں کرنی چاہیے۔
- دوسرا نظریہ یہ ہے کہ چوں کہ اس ماہ میں حضرت حسین اور ان کے جانثار رُفقائے کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت ہوئی ہے اس لیے اس میں نحوست آگئی ہے، اور نحوست سے بچنے کا تقاضا یہ ہے کہ اس ماہ میں شادی بیاہ جیسی خوشی کی تقریبات منعقد ہی نہ کی جائے۔
- تیسرا نظریہ یہ ہے کہ بعض لوگ کسی پسِ منظر کی رعایت کیے بغیر ویسے ہی لاعلمی میں اوروں کی دیکھا دیکھی اس ماہ میں شادی جیسی خوشیاں منعقد کرنے سے اجتناب کرتے ہیں۔
- چوتھا نظریہ یہ ہے کہ ویسے بھی اس ماہ محرم میں شادی بیاہ کوئی فرض وواجب اور ضروری تو نہیں اس لیے اس ماہ محرم میں شادی سے اجتناب کرلیا جائے تو کوئی حرج تو نہیں تاکہ اس طرح عوام میں ماہ محرم سے متعلق رائج خیالات کی رعایت بھی ہوسکے اور ممکنہ ''نحوست'' سے بھی حفاظت ہوسکے۔

ان چار نظریات سمیت اس طرح کے تمام نظریات شریعت کی نظر میں واضح طور پر بے بنیاد اور غلط بلکہ دین کے خلاف ہیں، اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس معاملے سے متعلق شریعت کی تعلیمات کو سمجھے تاکہ معاشرے میں رائج یہ غلط فہمیاں دور ہوسکیں۔

ذیل میں ان تمام غیر شرعی نظریات کا تفصیلی جواب ذکر کیا جاتا ہے تاکہ مسلمان ماہ محرم سے متعلق ان بے بنیاد نظریات و توہُّمات سے محفوظ ہوکر دین کی صحیح تعلیمات سے آگاہ ہوسکے۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھانے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

1۔ سال کے تمام مہینے اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں:

ما قبل میں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ قمری اسلامی سال کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے بارہ مہینے اللہ تعالیٰ نے خود ہی بنائے اور مقرر فرمائے ہیں، ان میں سے چار مہینے حرمت اور عظمت والے ہیں، جیسا کہ سورتِ توبہ کی آیت سے معلوم ہو چکا ہے، اور اس کے ضمن میں ان چار مہینوں کی حرمت اور عظمت کا مطلب بھی واضح ہو چکا ہے۔

حُرمت والے چار مہینوں کے تذکرے سے نحوست کے غلط عقیدے کی تردید:

آیت اور حدیث میں حُرمت اور عظمت والے ان چار مہینوں کے خصوصی تذکرے اور ان کی فضیلت اور اہمیت سے یہ بات بھی بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ ان سے متعلق عوام میں رائج نحوست، بدفالی اور بدشگونی کے تمام خیالات و توہمات غلط، بے بنیاد اور غیر شرعی ہیں۔

ماہِ محرم کی حُرمت کا تقاضا:

جب ماہِ محرم کی عظمت و حرمت واضح ہو گئی تو اس کی عظمت اور برکت کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ مہینہ شادی کے لیے نہایت ہی موزوں اور مناسب ہے تاکہ اس کی برکت سے شادی بھی بابرکت بنے، جیسا کہ مختلف مقامات کی برکتیں ہوتی ہیں اسی طرح مہینوں اور ایام کی برکتیں بھی ہوتی ہیں، تعجب ہے کہ اس قدر عظمت اور برکت والے مہینے میں شادی کو غلط یا منحوس کیسے سمجھا جاتا ہے!!

2۔ سال کے مہینوں کے احکامات بھی اللہ ہی کی طرف سے ہیں:

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ قمری اسلامی سال اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور اللہ ہی نے اسے بنایا اور مقرر فرمایا ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اللہ ہی سال بھر کے احکامات کا نازل کرنے والا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے

حضور اقدس ﷺ کے ذریعے قرآن وسنت کی صورت میں امت کو سال بھر کے احکامات وتعلیمات بیان فرمادیے ہیں، ان احکامات میں اپنی طرف سے کمی یا زیادتی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی خلاف ورزی ہے، اور واضح رہے کہ قرآن وسنت میں ماہِ محرم میں شادی سے متعلق کسی قسم کی کوئی ممانعت یا نحوست کا ذکر نہیں۔

3۔ کسی مہینے میں شادی کو ناجائز، منحوس اور غلط قرار دینے کا اختیار اللہ ہی کے پاس ہے:

کس مہینے میں شادی جائز ہے اور کس میں ناجائز؛ یہ طے کرنے کا اختیار اللہ ہی کے پاس ہے کہ وہی حقیقی حاکم ہے، اس لیے بندوں کے پاس یہ اختیار نہیں کہ وہ دین میں اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہوئے کسی مہینے میں شادی کو معیوب یا منحوس قرار دیں۔ اس لیے اس معاملے میں بھی شریعت ہی کی پیروی کی جائے گی کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ماہ محرم میں شادی کو منحوس یا ممنوع قرار نہیں دیا تو اس کے علاوہ کسی کے پاس بھی یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی معتبر شرعی دلیل کے بغیر اس کو منحوس قرار دے۔

4۔ کسی مہینے میں شادی کرنے کو منحوس، معیوب یا غلط سمجھنا دین میں زیادتی ہے:

جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ذریعے قرآن وسنت کی صورت میں امت کو سال بھر کے احکامات وتعلیمات بیان فرمادیے ہیں تو ان تعلیمات کی رُو سے سال کے کسی بھی مہینے اور کسی بھی تاریخ کو شادی کی ممانعت نہیں، بلکہ ہر مہینے میں شادی کرنا جائز ہے، اس لیے کسی مہینے میں شادی بیاہ کو غلط، منحوس یا معیوب سمجھنا دین میں اپنی طرف سے زیادتی کے زمرے میں آتا ہے جو کہ قرآن وسنت کی رُو سے سنگین جرم ہے۔

5۔ کسی مہینے میں شادی کرنے کو منحوس، معیوب یا غلط سمجھنا بِلا دلیل ہے:

ساتھ میں یہ واضح رہے کہ کسی مہینے میں شادی بیاہ کو غلط، منحوس یا معیوب سمجھنا ایک حکم شرعی کے زمرے میں آتا ہے، اور حکمِ شرعی کے لیے کوئی معتبر شرعی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ نحوست کا یہ نظریہ

بِلادلیل ہے جس کا قرآن وسنت اور شرعی دلائل سے کوئی ثبوت نہیں۔

6۔ نکاح میں بلاوجہ تاخیر ممنوع ہے:

نکاح ایک حکمِ شرعی ہے جو کہ حضور ﷺ کی محبوب سنت ہے، ایک تو اس کے سنت ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر عمل کرنے میں بلاوجہ تاخیر نہ کی جائے، دوم یہ کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ ’’اے علی! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرنا: ایک تو نماز میں تاخیر نہ کرنا جب اس کا وقت ہو جائے، دوم: نمازِ جنازہ میں تاخیر نہ کرنا جب وہ تیار ہو جائے، سوم: غیر شادی شدہ لڑکی کے نکاح میں تاخیر نہ کرنا جب اس کے ہم پلہ کوئی مناسب رشتہ مل جائے۔ جیسا کہ مستدرک حاکم میں ہے:

٢٧٤٣- أَخْبَرَنِي الشَّيْخُ أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ: أَنْبَأَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ: حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ: ثنا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجُمَحِيُّ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عُمَرَ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «ثَلَاثٌ يَا عَلِيُّ لَا تُؤَخِّرْهُنَّ: الصَّلَاةُ إِذَا آنَتْ، وَالْجَنَازَةُ إِذَا حَضَرَتْ، وَالْأَيِّمُ إِذَا وَجَدَتْ كُفْؤًا».

اس لیے جب نکاح تیار ہو تو پھر نحوست کے اس بے بنیاد نظریے کو مد نظر رکھتے ہوئے ان مہینوں کی وجہ سے اس میں تاخیر کرنا نہایت ہی ناپسندیدہ عمل ہے جس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

ان تمہیدی اور اصولی امور کے بعد ماہِ محرم سے متعلق ان بے بنیاد نظریات کے بارے میں کچھ غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا ضروری ہے تاکہ یہ مسئلہ مزید نکھر کر سامنے آجائے اور کسی قسم کا کوئی شبہ باقی نہ رہے۔

اسلام میں نحوست کا تصور:

چوں کہ بہت سے لوگ ماہ محرم میں شادی بیاہ کو منحوس قرار دیتے ہوئے اس میں نکاح سے اجتناب کرتے ہیں، اس لیے یہ یاد رہے کہ اسلام میں کسی دن، کسی مہینے، کسی سال یا کسی چیز کی نحوست کا کوئی تصور ہی نہیں،

اس لیے نحوست کا یہ نظریہ ہی بے بنیاد ہے کیوں کہ کسی مہینے کو نحوست والا قرار دینے کے لیے کم از کم اتنا تو ضروری ہے کہ اسلام میں کسی مہینے کی نحوست کا کوئی تصور تو ہو، تو جب کسی مہینے کی نحوست کا کوئی تصور ہی اسلام میں نہیں تو اس سے خود بخود کسی مہینے کی نحوست سے متعلق تمام نظریات کی تردید ہو جاتی ہے۔

البتہ یہ یاد رکھیں کہ نحوست صرف اور صرف گناہ میں ہے، ساری نحوستیں اللہ کی نافرمانی کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں، افسوس کہ آج کا مسلمان دِنوں اور مہینوں کو نحوست زدہ قرار دے کر ان میں شادی سے تو گریز کر لیتا ہے لیکن شادیوں میں اللہ کی نافرمانیاں نہیں چھوڑتا جو کہ نحوست کی اصل وجہ ہے!! شادی بیاہ میں ناچ گانے، مخلوط تقریبات اور ہندوانہ رسومات سمیت بہت سی اللہ کی نافرمانیاں عام ہو چکی ہیں، یہ اصل سبب ہے نحوست کا!! شیطان نے نحوست کے حقیقی اسباب ووجوہات ہماری نگاہوں سے پوشیدہ کر لی ہیں جن میں ہم مبتلا ہیں، اور اللہ کو ناراض کر کے شادی خانہ آبادی کی بجائے شادی خانہ بربادی کا سامان مہیا کیے جاتے ہیں!! شیطان نے ہماری نافرمانیوں کو کس قدر مزیّن کر کے پیش کیا ہے!! کس قدر شیطان نے گناہوں کی سنگینی دِلوں سے مٹا دی ہیں!! اللہ کی نافرمانی کس قدر ہلکی چیز تصور کی جاتی ہے!! اس لیے شادیوں میں نحوست سے بچنا ہو اور شادی کو کامیاب بنانا ہو تو اللہ کی نافرمانی سے بچیے اور شادی سنت کے مطابق کیجیے!!

صحیح بخاری میں ہے:

٥٧٥٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَكَمِ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ: أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَصِينٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: «لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ».

ترجمہ:

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ’’مرض کا اللہ کے حکم کے بغیر دوسرے کو لگنا، بد شگونی، مخصوص پرندے کی بد شگونی اور صفر کی نحوست؛ یہ ساری باتیں بے بنیاد ہیں جن کی کوئی حقیقت نہیں۔‘‘

یہ حدیث یقیناً متعدد غلط فہمیوں کی اصلاح کے لیے کافی ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے ماہِ محرم میں نکاح نہ کرنے کا حکم

بہت سے لوگ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے ماہِ محرم میں نکاح نہیں کرتے ہیں کہ یہ غم کا مہینہ ہے اور ان کی شہادت کا مہینہ ہے، یہ بات بھی شریعت کے خلاف ہے جس کی کافی تفصیل ماقبل میں ""کیا محرم غم کا مہینہ ہے؟"" کے عنوان سے بیان ہو چکی، البتہ چند مزید باتیں سمجھنے کی ہیں:

1۔شہادت جیسی عظیم موت سے نحوست کا کوئی تعلق ہی نہیں:

شہادت تو نہایت ہی معزز اور مقدس چیز ہے، جو کہ امت کے خوش نصیب افراد کو عطا ہوتی ہے، اس لیے اس کی وجہ سے کسی مہینے یا دن میں نحوست کیسے آسکتی ہے؟؟ یہ کس قدر غلط بات ہے!!

2: شہادت کی وجہ سے کسی مہینے کے احکام تبدیل نہیں ہو سکتے:

قرآن وسنت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بڑی سی بڑی شخصیت کی شہادت کی وجہ سے کسی مہینے کے احکام پر اثر نہیں پڑتا کہ اس کی وجہ سے بعض جائز امور ناجائز یا ممنوع ٹھہریں، اس لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے ماہِ محرم کے احکام میں تبدیلی کا تصور قرآن وسنت کے مطابق نہیں، بلکہ واضح طور پر بلا دلیل ہے، خصوصاً جبکہ حضور ﷺ کو اللہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دے دی تھی لیکن پھر بھی حضور اقدس ﷺ نے محرم کے مہینے سے متعلق کسی بھی حکم میں کوئی تبدیلی نہیں فرمائی۔

ماہِ محرم سے متعلق چوتھے نظریے کی تردید:

اس تحریر کی ابتدا میں صفحہ نمبر 3 میں ماہ محرم سے متعلق چار بے بنیاد نظریات کا ذکر ہوا تھا جن میں چوتھا نظریہ تھا کہ ""ویسے بھی اس ماہ محرم میں شادی بیاہ کوئی فرض وواجب اور ضروری تو نہیں اس لیے اس ماہ محرم میں شادی سے اجتناب کر لیا جائے تو کوئی حرج تو نہیں تا کہ اس طرح عوام میں ماہ محرم سے متعلق رائج خیالات کی رعایت بھی ہو سکے اور ممکنہ ""نحوست"" سے بھی حفاظت ہو سکے۔""

یہ بات بھی غیر شرعی ہے جس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

1۔ دین اسلام کی مکمل پیروی واجب ہے:

یہ واضح رہے کہ نظریاتی اور عملی طور پر دین اسلام کی مکمل پیروی واجب ہے، اور کامل اتباع کا تقاضا یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات پر مکمل عمل پیرا ہوتے ہوئے اُن تمام نظریات اور اعمال سے برأت کا اعلان کیا جائے جو اسلامی تعلیمات سے متصادم اور ان کے خلاف ہیں۔ دینی تعلیمات کے ساتھ ساتھ غیر شرعی امور کی کسی بھی درجے میں رعایت اللہ کے ہاں ہرگز قبول نہیں۔ اللہ نے قرآن کریم سورت بقرہ آیت 208 میں فرمایا ہے کہ:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱدۡخُلُواْ فِي ٱلسِّلۡمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُواْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيۡطَٰنِۚ إِنَّهُۥ لَكُمۡ عَدُوّٞ مُّبِينٞ ﴿٢٠٨﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ، اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو، یقین جانو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ (آسان ترجمہ قرآن)

اس آیت کے شانِ نزول اور پسِ منظر پر بھی غور کر لیا جائے تو مزید بات واضح ہوگی کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ علمائے یہود میں سے تھے، اسلام قبول کرنے کے بعد انھوں نے سوچا کہ یہودی مذہب میں ہفتے کی تعظیم ضروری ہے اور اونٹ کا گوشت ممنوع ہے جبکہ اسلام میں ہفتے کے دن کی بے تعظیمی واجب نہیں اور اونٹ کا گوشت کھانا بھی واجب نہیں تو اگر میں ہفتے کے دن کی تعظیم کر لیا کروں اور اونٹ کا گوشت کھانا چھوڑ دوں تو دین محمدی کے ساتھ ساتھ یہودی مذہب پر بھی عمل ہو جائے گا، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں فرمایا کہ اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو، یقین جانو کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ جس سے حضرت عبد اللہ بن سلام کے اس خیال کی تردید فرمائی اور یہ واضح فرما دیا کہ دین اسلام کی مکمل پیروی واجب ہے، اس کے ساتھ ساتھ اُن تمام نظریات اور اعمال سے بالکلیہ برأت ضروری ہے جو کسی بھی درجے میں اسلامی تعلیمات سے متصادم اور ان کے خلاف ہوں۔

2۔ غیر شرعی نظریے کی تائید اور مشابہت:

اس بے بنیاد نظریے کی کسی درجے میں رعایت کرتے ہوئے ماہ محرم میں نکاح نہ کرنا درحقیقت اس غیر شرعی نظریے کی ایک حد تک تائید بھی ہے اور یہ غیر شرعی نظریہ رکھنے والوں کی مشابہت بھی ہے، اور یہ دونوں باتیں ممنوع ہیں۔

3۔ غیر شرعی نظریے کی عملی تردید بھی باعثِ اجر وثواب ہے:

جب معاشرے میں ایسے غیر شرعی نظریات رائج ہوں تو ایسے میں ان کی عملی تردید بھی کرنی چاہیے تاکہ ان کا خاتمہ ہوسکے، اس میں اجر وثواب بھی ہے، اس لیے اس نظریے سے اس ماہ محرم میں شادی کی جائے کہ اس سے معاشرے میں رائج غیر شرعی نظریے کی تردید ہوسکے گی تو ان شاء اللہ باعثِ اجر وثواب ہوگا۔

دیگر غیر شرعی نظریات کی اجمالی تردید

ماہِ محرم سے متعلق ماقبل کی تفصیلات سے اُن بہت سی بے بنیاد باتوں کی بھی تردید ہو جاتی ہے جو کہ لوگوں میں رائج ہیں، جیسے:

- بعض لوگ ماہِ محرم خصوصاعاشورا کے دن کاروبار کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے۔
- بعض لوگ ماہِ محرم میں گوشت کھانے کو اچھا نہیں سمجھتے۔
- بعض لوگ ماہِ محرم میں میاں بیوی کی ہمبستری کو اچھا نہیں سمجھتے۔
- بعض لوگ ماہِ محرم میں کاروبار شروع کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے۔
- بعض لوگ ماہِ محرم میں گھر کی تعمیر کو اچھا نہیں سمجھتے۔
- بعض لوگ ماہِ محرم میں سفر کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے۔
- بعض لوگ ماہِ محرم میں عمدہ یا نیا لباس پہننے کو اچھا نہیں سمجھتے۔
- بعض لوگ ماہِ محرم میں جائز زیب زینت کو اچھا نہیں سمجھتے۔
- بعض لوگ ماہِ محرم میں خوش رہنے کو اچھا نہیں سمجھتے۔
- بعض لوگ ماہِ محرم میں خوشی کی کوئی تقریب منعقد کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے۔
- بعض لوگ ماہِ محرم میں آنکھوں میں سرمہ یا بالوں میں تیل لگانے کو اچھا نہیں سمجھتے۔
- بعض خواتین ماہِ محرم میں مہندی لگانے کو اچھا نہیں سمجھتیں۔

اس طرح کی بہت سی باتیں لوگوں میں رائج ہیں۔ حالاں کہ قرآن وسنت میں اس کی کوئی ممانعت یا کراہت قرآن وسنت سے ثابت نہیں۔اس لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے غم کا نظریہ رکھتے ہوئے، یا نحوست کا یا کوئی اور غیر شرعی نظریہ رکھتے ہوئے ان سے اجتناب کرنا غیر شرعی نظریہ ہے۔

خلاصہ: شادی سال بھر میں کسی بھی روز ممنوع، منحوس یا معیوب نہیں:

خلاصہ یہ ہوا کہ شرعی اعتبار سے شادی سال بھر میں کسی بھی روز منع نہیں بلکہ جب بھی کرنی ہو اس کے لیے سال کے تمام ایام میں سے کسی بھی دن کا انتخاب کیا جاسکتا ہے، اس لیے جو لوگ محرم، صفر، شوال یا کسی بھی مہینے میں شادی بیاہ کو غلط اور منحوس سمجھتے ہیں ان کی یہ سوچ بے بنیاد ہے کیوں کہ قرآن وسنت سے اس بات کا کوئی ثبوت نہیں، ایسا نظریہ رکھنا دین کے سراسر خلاف ہے۔

محرم میں سیاہ لباس کا حکم:

عام حالات میں سیاہ لباس پہننا فی نفسہ درست ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح ماہِ محرم میں بھی اپنی عادت کے موافق سیاہ لباس پہننا درست ہے، البتہ غم کی وجہ سے سیاہ لباس پہننا یا شیعہ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے یا کسی اور غلط نظریے کی بنیاد پر سیاہ لباس پہننا ناجائز ہے۔

کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا غم منانا حضور ﷺ کی سنت ہے؟؟

حضور ﷺ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے نہایت ہی محبت تھی، وہ حضور ﷺ کے انتہائی محبوب نواسے تھے، جب حضور ﷺ کو ان کی شہادت کا علم ہوا کہ ان کو مظلومانہ طور پر شہید کر دیا جائے گا تو حضور ﷺ بہت ہی افسردہ ہوئے حتی کہ حضور ﷺ رونے لگے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس واقعے کو لے کر بعض حضرات یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرات حسین رضی اللہ عنہ کا غم منانا حضور ﷺ کی سنت ہے۔ واضح رہے کہ یہ بات متعدد وجوہات کی وجہ سے درست نہیں:

1: اس حدیث سے حضور ﷺ کا حضرت حسین کی مظلومانہ شہادت پر افسردہ ہونے اور رونے کا ذکر ہے، ظاہر ہے کہ ان سے غایت محبت کا یہی تقاضا ہو سکتا ہے، اس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے کسی عزیز کی مظلومانہ شہادت پر شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے غم زدہ ہونا اور رونا جائز ہے، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی یا کسی اور شخصیت پر ہونے والے ظلم کا تذکرہ آنے پر اگر کوئی شخص غمگیں ہو جائے یا اس کے آنسو بہہ نکلے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ غم کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے خاص کرنا یا ان کے غم کے لیے ماہِ محرم کو خاص کرنا یا دیگر غیر شرعی کام کرنا ہی شریعت کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

2: حضور ﷺ کا رونا اور غم زدہ رہنا ظاہر ہے کہ شرعی حدود ہی میں تھا، لیکن اس سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے یومِ شہادت پر یا ماہِ محرم میں نوحہ کرنے، چیخنے چلانے، واویلا کرنے، جاہلیت جیسی باتیں کرنے، گریبان اور کپڑے پھاڑنے، سر منڈانے، چہرہ پیٹنے، چہرہ نوچنے اور ماتم کرنے، اپنے آپ کو زخمی کرنے، نوحے پر مشتمل مرثیے پڑھنے، ایسے پروگرام نشر کرنے، ان کاموں کے لیے جلسے منعقد کرنے جیسے تمام غیر شرعی کاموں کا ہر گز ثبوت نہیں ہوتا کیوں کہ یہ احادیث کی رو سے ناجائز ہیں، جس کے دلائل آگے بیان کیے جائیں گے ان شاء اللہ۔

3: اس واقعے سے غم زدہ رہنے کا تو ثبوت ملتا ہے لیکن غم منانے کا ثبوت نہ تو اس واقعے سے ثابت ہوتا ہے اور نہ کسی اور دلیل سے۔ یاد رہے کہ غم زدہ رہنے اور غم منانے، اسی طرح کسی موقع پر غم کا تذکرہ کرنے اور باقاعدہ اہتمام سے غم منانے کا فرق واضح ہے، امت کی تاریخ میں جلیل القدر شخصیات کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی یا شخصیت پر ہونے والے ظلم کا تذکرہ آنے پر غم زدہ ہو جانے یا آنسو بہہ پڑنے کے واقعات تو مل سکتے ہیں لیکن غم منانے یا دیگر غیر شرعی کام کرنے کا معتبر ثبوت نہیں ملتا۔

4: اگر حسین رضی اللہ عنہ کا غم منانا سنت ہوتا تو یہ غم خود حضور ﷺ نے کتنی بار منایا، حضرات صحابہ کرام نے کتنی بار منایا خصوصا وہ صحابہ جو حضور حسین کی شہادت کے بعد بھی پچاس سال تک حیات رہے تو ان میں سے کتنے صحابہ نے غم منایا اور کتنے سال منایا؟؟ پھر اس کے بعد تابعین اور تبع تابعین اور امت کے جلیل القدر اکابر نے کب منایا یا اس کو سنت قرار دیا؟؟ اور پھر یہ غم منانا اگر دین کا حصہ ہوتا تو حضور ﷺ دیگر شہدا صحابہ کی یاد میں بھی ہر سال مناتے۔

5: یہ بات خوب سمجھنی چاہیے کہ شریعت کا مزاج غم بڑھانے، غم پیدا کرنے، غم کے اسباب مہیا کرنے یا غم منانے کا نہیں بلکہ غم دور کرنے کا ہے، غم کے خاتمے اور غم مٹانے کا ہے، جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

- کسی عزیز کی وفات پر اس کے عزیز و اقارب کے لیے سوگ تین دن تک قرار دیا گیا ہے، تین دن کے بعد بھی سوگ منانا دین کا تقاضا نہیں، البتہ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اور وہ حاملہ نہ ہو تو اس کا سوگ چار ماہ دس دن تک ہے، لیکن اگر وہ حاملہ ہو تو اس کا سوگ بچے کی پیدائش تک ہے۔ اس لیے تین دن کے بعد سوگ منانا شریعت کے خلاف ہے۔ اسی طرح بعض مطلقہ عورتوں کے لیے بھی سوگ کا حکم ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ (صحیح البخاری حدیث: 5334، احکامِ میت، فتاویٰ رحیمیہ)

جیسا کہ صحیح بخاری کی اس حدیث سے واضح ہے:

٥٣٣٤: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ نَافِعٍ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ هَذِهِ الأَحَادِيثَ

الثَّلاَثَةَ: قَالَتْ زَيْنَبُ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ تُوُفِّيَ أَبُوهَا أَبُو سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ، فَدَعَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ بِطِيبٍ فِيهِ صُفْرَةٌ، خَلُوقٌ أَوْ غَيْرُهُ، فَدَهَنَتْ مِنْهُ جَارِيَةً ثُمَّ مَسَّتْ بِعَارِضَيْهَا، ثُمَّ قَالَتْ: وَاللهِ مَا لِي بِالطِّيبِ مِنْ حَاجَةٍ غَيْرَ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «لا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلاَثِ لَيَالٍ، إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا».

- شریعت نے تعزیت کو مسنون قرار دیا ہے جو کہ غم دور کرنے اور صبر و تسلی کا سبب ہے۔
- پھر تعزیت کے الفاظ سے متعلق شریعت کا مزاج یہ ہے کہ تعزیت در حقیقت تسلی دینے اور صبر کی تلقین کرنے کا نام ہے، نہ کہ مزید غم بڑھانے کا، اس لیے اس موقع پر ایسے الفاظ کہنے سے اجتناب کرنا چاہیے جن سے میت کے لواحقین کے غم میں اضافہ ہو، اس سے ان مردوں اور خصوصًا خواتین کی غلطی واضح ہو جاتی ہے کہ جو میت کے گھر داخل ہوتے ہی رونا دھونا، چیخنا چلانا یا نوحہ شروع کر دیتی ہیں، جس سے میت کے لواحقین کے غم میں مزید اضافہ ہوتا ہے، حالاں کہ ان کو تو چاہیے کہ وہ میت کے لواحقین کے لیے تسلی اور صبر کا ماحول فراہم کریں، نہ کہ غم بڑھانے کے اسباب مہیا کریں، بہر حال یہ طرزِ عمل ترک کرنا ضروری ہے۔ (احکامِ میت، حسنِ معاشرت اور آدابِ زندگی از مفتی محمد رضوان صاحب)
- پھر یہ بھی تعلیم دی ہے کہ تعزیت ایک ہی بار کرنی چاہیے، ایک سے زائد مرتبہ تعزیت کرنا مناسب نہیں، اس سے ان لوگوں کی غلطی سامنے آجاتی ہے جو بار بار تعزیت کے لیے جاتے ہیں جو لواحقین کے لیے غم میں اضافے کا سبب بنتے ہیں۔ (ردالمحتار، در مختار، عالمگیریہ، احکامِ میت)
- ساتھ میں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ تعزیت تین دن تک کسی بھی دن کی جاسکتی ہے، تین دن کے بعد تعزیت کرنا مناسب نہیں، البتہ اگر تعزیت کرنے والا سفر پر ہو یا میت کے لواحقین سفر پر ہوں یا کسی اور عذر کی وجہ سے تین دن کے اندر تعزیت کا موقع نہ ملے تو تین کے بعد بھی تعزیت کی جاسکتی ہے۔ (ردالمحتار، احکامِ میت، فتاویٰ رحیمیہ)

- پھر تعزیت میں بھی اجتماع کرنا یا مجمع لگانا اچھا قرار نہیں دیا گیا بلکہ تعزیت کے لیے جا کر متعلقہ افراد سے تعزیت کر کے اگر ہو سکے تو لواحقین کے ساتھ کسی معاملے میں تعاون کیا جائے، ورنہ تو وہاں سے واپس آجائے اور اپنے کاموں میں مشغول ہوجائے۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میت کے ہاں مجمع لگانے کو نوحہ سمجھتے تھے۔اور نوحے کی مذمت اور ممانعت احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

٦٩٠٥: حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ بَابٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ قَالَ: كُنَّا نَعُدُّ الِاجْتِمَاعَ إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ وَصَنِيعَةَ الطَّعَامِ بَعْدَ دَفْنِهِ مِنَ النِّيَاحَةِ.

اس تفصیل سے شریعت کا مزاج بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ شریعت کا مزاج غم بڑھانے، غم پیدا کرنے ، غم کے اسباب مہیا کرنے یا غم منانے کا نہیں بلکہ غم دور کرنے کا ہے، غم کے خاتمے اور غم مٹانے کا ہے۔اس لیے غم منانے کو سنت قرار دینا بذاتِ خود شریعت کی تعلیمات کے خلاف ہے۔

نوحہ اور ماتم کرنے کا شرعی حکم

ماہِ محرم خصوصًا عاشورا کے دن سیدنا حسین اور دیگر اہل بیت رضی اللہ عنہم کی شہادت کے غم میں نوحہ اور ماتم کرنے کا عام رواج ہو چکا ہے، یہ کام بھی شریعت کے خلاف ہے، جس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

1۔ مصائب کے آنے پر صبر ہی دینی تعلیم ہے:

شریعت نے غم لاحق ہونے یا عزیز اقارب کے فوت ہونے پر صبر کی تلقین کی ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر صبر و تحمل کا حکم دیا ہے اور اس کے فضائل وانعامات بیان فرمائے ہیں، احادیث میں بھی حضور اقدس ﷺ نے مصائب پر صبر کرنے کی تلقین فرمائی ہے، یہ ساری صورتحال کسی مسلمان سے مخفی نہیں۔ اس لیے نوحہ اور ماتم کرنا صبر کے خلاف ہے۔

چنانچہ صبر کی تلقین کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ میں فرماتے ہیں:

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٥﴾ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿١٥٦﴾ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿١٥٧﴾

ترجمہ:

اور دیکھو ہم تمھیں ضرور آزمائیں گے کبھی خوف سے، اور کبھی بھوک سے، اور کبھی مال وجان اور پھلوں میں کمی کر کے۔ اور جو لوگ (ایسے حالات میں) صبر سے کام لیں تو ان کو خوشخبری سنا دو، ﴿١٥٥﴾ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو یہ کہتے ہیں کہ ”ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور ہم کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے،“ ﴿١٥٦﴾ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی جانب سے خصوصی عنایتیں ہیں اور رحمت ہے، اور یہی لوگ ہدایت پر ہیں۔ ﴿١٥٧﴾

اسی طرح صبر کی تلقین سے متعلق سنن ابی داود کی حدیث ہے کہ:

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "بندے کے لیے اللہ تعالی کے ہاں ایک مقام و مرتبہ مقرر ہوتا ہے لیکن یہ بندہ اپنے عمل کی وجہ سے اس تک پہنچ نہیں پاتا، تو اللہ اس کو اس کی جان، مال یا اولاد کے معاملے میں آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے، پھر وہ اس پر صبر کرتا ہے، حتی کہ وہ اس مرتبے تک پہنچ جاتا ہے جو اس کے لیے مقرر کیا گیا ہوتا ہے۔

٣٠٩٢- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ -وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ- قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللهِ مَنْزِلَةٌ لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهِ ابْتَلاهُ اللهُ فِي جَسَدِهِ أَوْ فِي مَالِهِ أَوْ فِي وَلَدِهِ -قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَادَ ابْنُ نُفَيْلٍ:- ثُمَّ صَبَّرَهُ عَلَى ذَلِكَ -ثُمَّ اتَّفَقَا- حَتَّى يُبْلِغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِي سَبَقَتْ لَهُ مِنَ اللهِ تَعَالَى».

2: کسی عزیز کی وفات پر نوحہ اور ماتم نہایت ہی سنگین گناہ اور غیر شرعی عمل ہے:

شریعت نے اپنے عزیز کی فوتگی پر اعتدال کے ساتھ غم زدہ رہنے کی اجازت دی ہے، اس میں آنسو بہانا صبر و تحمل کے خلاف نہیں بلکہ غم کا تقاضا ہے، البتہ بلند آواز سے رونا چیخنا، چلانا، اللہ سے شکایات کرنا، تقدیر کے فیصلوں سے خوش نہ ہونا، جسم یا چہرے کو پیٹنا، گریبان چاک کرنا؛ یہ تمام ایسے امور ہیں جن سے شریعت منع کرتی ہے، اس سے متعلق چند احادیث مبارکہ ترجمہ کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں:

- صحیح مسلم میں ہے:

٢٣٦ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، ح: وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ -وَاللَّفْظُ لَهُ-: حَدَّثَنَا أَبِي وَمُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ كُلُّهُمْ عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «اثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ».

ترجمہ:

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو چیزیں ایسی ہیں جو کفر ہیں: ایک تو نسب میں طعنہ دینا، اور دوسری

چیز میت پر نوحہ کرنا۔

- صحیح ابن حبان میں ہے:

١٤٦٥ - أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُمَيْرِ بْنِ يُوسُفَ بِدِمَشْقَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ: حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ: حَدَّثَتْنِي كَرِيمَةُ بِنْتُ الْحَسْحَاسِ الْمُزَنِيَّةُ قَالَتْ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ وَهُوَ فِي بَيْتِ أُمِّ الدَّرْدَاءِ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «ثَلَاثٌ مِنَ الْكُفْرِ بِاللهِ: شَقُّ الْجَيْبِ، وَالنِّيَاحَةُ، وَالطَّعْنُ فِي النَّسَبِ».

ترجمہ:

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو اللہ کے ساتھ کفر کے زمرے میں آتی ہیں: غم میں گریبان چاک کرنا، میت پر نوحہ کرنا اور نسب میں طعنہ دینا۔

ان احادیث سے نوحہ کرنے، غم میں گریبان چاک کرنے، کپڑے پھاڑنے کی شدید وعید بیان فرمائی گئی ہے کہ یہ کفر اور اہلِ کفر کے کام ہیں، مسلمانوں کے نہیں، اس لیے یہ کام حرام اور شدید گناہ ہیں، مسلمانوں کو ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔

- المعجم الکبیر للطبرانی میں ہے:

١٢١٤٩- حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بن أَحْمَدَ: حَدَّثَنَا عُمَرُ بن الْعَبَّاسِ الرَّازِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بن مَهْدِيٍّ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ الْقُمِّيُّ: عَنْ جَعْفَرِ بن أَبِي الْمُغِيرَةِ: عَنْ سَعِيدِ بن جُبَيْرٍ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا افْتَتَحَ النَّبِيُّ ﷺ مَكَّةَ رَنَّ إِبْلِيسُ رَنَّةً، اجْتَمَعَتْ إِلَيْهِ جُنُودُهُ، فَقَالَ: ايْئَسُوا أَنْ نُرِيدَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلَى الشِّرْكِ بَعْدَ يَوْمِكُمْ هَذَا، وَلَكِنِ افْتِنُوهُمْ فِي دِينِهِمْ، وَأَفْشُوا فِيهِمُ النَّوْحَ.

ترجمہ:

جب حضور ﷺ نے مکہ فتح کیا تو ابلیس چیخنے اور واویلا کرنے لگا، اس کا لاؤ لشکر اس کے پاس آکر جمع ہوا تو ابلیس نے کہا کہ تم اس بات سے مایوس ہو جاؤ کہ ہم آج کے بعد امتِ محمدیہ کو شرک میں مبتلا کر پائیں گے، لیکن تم ان کے دین میں ان کو فتنے میں مبتلا کر دو اور ان میں نوحہ پھیلا دو۔

معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں نوحہ پھیلنا ابلیس کی چاہت ہے، اس سے نوحہ کرنے کی شدید مذمت ثابت ہوتی ہے کہ اس سے شیطان خوش ہوتا ہے۔

- صحیح بخاری میں ہے:

١٢٩٤ - حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ: حَدَّثَنَا زُبَيْدٌ الْيَامِيُّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ».

ترجمہ:

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ہم میں سے نہیں جو (مصیبت کے وقت) چہرے کو پیٹے، گریبان کو پھاڑے اور جاہلیت جیسا واویلا اور نوحہ کرے۔

- مستدرک حاکم میں ہے:

١٤١٣- حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب: ثنا محمد بن سنان القزاز: ثنا عامر العقدي: ثنا علي بن المبارك عن يحيى بن أبي كثير، عن زيد بن سلام، عن أبي سلام قال: قال أبو مالك الأشعري: إن رسول الله ﷺ قال: «إن في أمتي أربع من أمر الجاهلية، ليسوا بتاركيهن: الفخر في الأحساب، والطعن في الأنساب، والإستسقاء بالنجوم، والنياحة على الميت، فإن النائحة إذا لم تتب قبل أن تقوم فإنها تقوم يوم القيامة عليها سرابيل من قطران ثم يغلى عليهن دروع من لهب النار».

ترجمہ:

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جاہلیت کی چار چیزیں ایسی ہیں جو میری امت نہیں چھوڑے گی: اپنے حسب نسب پر فخر کرنا، دوسروں کے نسب پر طعن کرنا، ستاروں سے بارش طلب کرنا، میت پر نوحہ کرنا۔ نوحہ کرنے والی عورت اگر توبہ کیے بغیر مر جائے تو اسے قیامت کے دن اس حال میں پیش کیا جائے گا کہ اس پر تارکول کا کرتہ اور خارش والی قمیص ہو گی۔

- سنن الترمذی میں ہے:

١٠٠٥ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: أَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، فَانْطَلَقَ بِهِ إِلَى ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ، فَوَجَدَهُ يَجُودُ بِنَفْسِهِ، فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ ﷺ، فَوَضَعَهُ فِي حِجْرِهِ فَبَكَى، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: أَتَبْكِي؟ أَوَلَمْ تَكُنْ نَهَيْتَ عَنِ البُكَاءِ؟ قَالَ: «لَا، وَلَكِنْ نَهَيْتُ عَنْ صَوْتَيْنِ أَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ: صَوْتٍ عِنْدَ مُصِيبَةٍ، خَمْشِ وُجُوهٍ، وَشَقِّ جُيُوبٍ، وَرَنَّةِ شَيْطَانٍ».

ترجمہ:

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے دو احمق اور فاجر آوازوں سے منع کیا ہے: ایک تو مصیبت کے وقت چیخنا، چہرہ نوچنا اور گریبان پھاڑنا، اور دوسری شیطانی مرثیہ خوانی۔

- سنن النسائی میں ہے:

١٨٦٦- أَخْبَرَنَا هَنَّادٌ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ سَهْمِ بْنِ مِنْجَابٍ، عَنِ الْقَرْثَعِ قَالَ: لَمَّا ثَقُلَ أَبُو مُوسَى صَاحَتِ امْرَأَتُهُ فَقَالَ: أَمَا عَلِمْتِ مَا قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ قَالَتْ: بَلَى، ثُمَّ سَكَتَتْ، فَقِيلَ لَهَا بَعْدَ ذَلِكَ: أَيُّ شَيْءٍ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ؟ قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ لَعَنَ مَنْ حَلَقَ أَوْ سَلَقَ أَوْ خَرَقَ.

ترجمہ:

حضور ﷺ نے لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جو مصیبت کے وقت سر منڈوائے، چہرہ پیٹے یا کپڑے پھاڑے۔

- مسند احمد میں ہے کہ:

٨٧٤٦- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ: حَدَّثَنَا عِمْرَانُ عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي مِرَايَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: «لَا تُصَلِّي الْمَلَائِكَةُ عَلَى نَائِحَةٍ وَلَا عَلَى مُرِنَّةٍ».

ترجمہ:

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فرشتے اس عورت پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھتے جو مصیبت کے وقت نوحہ کرنے والی ہو اور واویلا کرنے والی ہو۔

- مسند البزار میں ہے کہ:

٧٥١٣- حَدَّثنا عمرو بن علي: حَدَّثنا أبو عاصم: حَدَّثنا شَبِيب بن بشر البجلي قال: سَمِعْتُ أنس بن مالك يقول: قال رَسُول اللهِ ﷺ: «صوتان ملعونان في الدنيا والآخرة: مزمار عند نعمة، ورنة عند معصيبة».

ترجمہ:

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو آوازیں دنیا میں بھی ملعون ہیں اور آخرت میں بھی: خوشی کے وقت موسیقی اور مصیبت کے وقت واویلا اور نوحہ کرنا۔

ان احادیث کا حاصل:

ان تمام احادیث مبارکہ سے واضح طور پر مصیبت کے وقت نوحہ کرنے، چیخنے چلانے، واویلا کرنے، جاہلیت جیسی باتیں کرنے، گریبان اور کپڑے پھاڑنے، سر منڈانے، چہرہ پیٹنے، چہرہ نوچنے اور ماتم کرنے جیسے تمام غیر شرعی کاموں کی شدید مذمت اور ان سے متعلق سخت وعیدیں ثابت ہوتی ہیں۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ نوحے پر مشتمل مرثیے پڑھنا، ایسے پروگرام نشر کرنا، ان کاموں کے لیے جلسے منعقد کرنا، ایسی پوسٹیں اور پیغامات شیئر کرنا، ان مجالس میں شرکت کرنا، ان کی تعریف اور حواصلہ افزائی کرنا، ان امور کے لیے چندہ دینا یا کسی اور طرح کا تعاون کرنا؛ سب ناجائز اور گناہ کے کام ہیں۔ ان احادیث کو مد نظر رکھنے کے بعد کوئی بھی مسلمان مرد یا عورت ان مذکورہ بالا امور کی ہمت اور جرأت نہیں کر سکتا۔

ماہِ محرم خصوصًانویں یادسویں محرم کو سبیلیں لگانے، حلیم پکانے یا کھانے تقسیم کرنے کا حکم

بعض لوگ ماہِ محرم خصوصانویں اور دسویں محرم کو سبیلیں لگا کر دودھ یا شربت پلاتے ہیں، حلیم، چاول یا دیگر کھانے پکا کر تقسیم کرتے ہیں؛ یہ تمام تر چیزیں بدعات کے زمرے میں آتی ہیں جن سے اجتناب کرنا ضروری ہے، جس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

1: اگر ان سے مقصود اپنی ذات کے لیے صدقہ دینا ہے تو واضح رہے کہ صدقہ سال بھر میں کسی بھی دن دیا جاسکتا ہے، اور صدقہ میں کوئی بھی جائز چیز دی جاسکتی ہے، لیکن اس کے لیے مہینہ یا دن خاص کرنا یا صدقہ میں کوئی چیز خاص کرنا شریعت کے خلاف ہے۔

2: اگر ان کاموں سے مقصود شہدائے کربلا کے لیے ایصالِ ثواب ہے تو واضح رہے کہ ایصال ثواب کے لیے نہ تو کوئی دن یا مہینہ خاص ہے، نہ صرف صدقہ دیناہی ضروری ہے، اور نہ ہی صدقے میں کوئی خاص چیز دیناضروری ہے، اس لیے ایصالِ ثواب کے لیے بھی مہینہ یا دن خاص کرنا یا ایصال ثواب میں کوئی چیز خاص کرنا شریعت کے خلاف ہے۔

3: بعض لوگ یہ چیزیں اس لیے تقسیم کرتے ہیں کہ تاکہ شہدائے کربلا خوش ہوں تو اگر اس سے مراد ایصالِ ثواب پہنچا کر ان کو خوش کرنا ہے تو اس کا حکم بیان ہو چکا، اور اگر اُن کا تقرب حاصل کرنا مقصود ہو (جیسا کہ بت پرست اپنے بتوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے بہت سے کام سرانجام دیتے ہیں) تو یہ غیر اللہ کو خوش کرنے کی خاطر نیکی کرنے کے زمرے میں آتا ہے جو کہ حرام اور نہایت ہی خطرناک کام ہے۔

4: بعض لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ چوں کہ شہدائے کربلا پر پانی بند کر دیا گیا تھا اس لیے پیاس کی حالت میں ان کی شہادت ہوئی، اس لیے یہ سبیل کا پانی اور شربت ان تک پہنچتا ہے، تو واضح رہے کہ اول تو پانی پہنچنے کا عقیدہ ہی شرعی اور عقلی دونوں اعتبار سے بے بنیاد ہے، شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہیں، اور نہ ہی عقل اس کو تسلیم کر سکتی ہے۔ دوم یہ کہ شہدائے کربلا کی شہادت پیاس کی حالت میں ہونے سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ وہ اب

تک پیاسے ہوں گے، بلکہ تعجب ہے ان شہدائے کربلا کے ساتھ محبت کا دعوی کرنے والوں پر کہ ایک طرف تو ان کے لیے شہادت کا اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ تسلیم کرتے ہیں اور پھر دوسری طرف ان کو پیاسا بھی مانتے ہیں، تو کیا شہادت کی وجہ سے ان کو جنت کے جامِ طہور عطا نہ ہوئے ہوں گے؟؟ کیا وہ جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز نہیں ہوئے ہوں گے؟؟ ان نعمتوں کے مقابلے میں اس دنیا کے پانی کی کیا حیثیت ہے؟؟ بہر حال یہ بے بنیاد بات ہے۔

خلاصہ یہ کہ ماہِ محرم خصوصاً نویں اور دسویں محرم کو خصوصیت کے ساتھ سبیلیں لگا کر دودھ یا شربت پلانا، حلیم، چاول یا دیگر کھانے پکا کر تقسیم کرنا؛ یہ تمام تر چیزیں بدعات کے زمرے میں آتی ہیں جن سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

محرم کی بدعات پر مشتمل کھانوں اور سبیلوں کے کھانے پینے کا شرعی حکم:

1: شریعت ہر مسلمان سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ وہ سنت وشریعت کی پیروی کرتے ہوئے بدعات سے خود بھی اجتناب کریں اور دوسروں کو بھی بدعات ترک کرنے کی ترغیب دے۔

2: اسی طرح ہر وہ کام جس سے بدعات کی ترویج، اشاعت اور حوصلہ افزائی ہوتی ہو اس سے بھی مکمل اجتناب کرے، کیوں کہ یہ بھی گناہ کے زمرے میں آتا ہے۔ اس لیے بدعات پر مشتمل مجالس یا کاموں کے لیے چندہ دینا، کسی بھی قسم کا تعاون کرنا، ان کی تعریف کرنا، ان کے لیے دعوت یا مہم چلانا، ان میں شرکت کرنا یا اس طرح کا کوئی بھی کام کرنا جس سے بدعات کو تقویت ملے؛ یہ سب شریعت کے خلاف ہے۔ واضح رہے کہ شریعت کا مزاج بدعات کی حوصلہ شکنی کا ہے۔

3: اس لیے محرم کی بدعات پر مشتمل کھانے اور سبیلوں کی مجالس اور مقامات میں شریک ہونا ناجائز ہے کیوں کہ اس سے بدعات کی شان وشوکت میں اضافہ ہوتا ہے اور ان کو قوت اور رواج میسر آتا ہے۔

4: البتہ اگر کوئی شخص بدعات پر مشتمل یہ کھانا پینا کسی کے ہاں بھیج دے تو ایسی صورت میں مسئلہ واضح رہے کہ اگر حرمت کی کوئی اور وجہ موجود نہ ہو تو محض بدعت کی وجہ سے وہ کھانا پینا اپنی ذات میں حرام نہیں ہو جاتا، البتہ کوشش یہی کی جائے کہ اسے وصول ہی نہ کیا جائے اور ان کے سامنے صحیح صورتحال واضح کی جائے، یا اگر وصول ہی کرنا پڑے تب بھی ان کے سامنے صحیح صورتحال واضح کی جائے کہ یہ چیزیں شریعت کے مطابق نہیں اور نہ ہی ہم اس کے قائل ہیں، وصول کرنے کی صورت میں اس کھانے پینے سے اجتناب کرتے ہوئے کسی غریب کے ہاں بھیج دیا جائے تاکہ بدعات کی نفرت دل میں برقرار رہے اور احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، اور جب لینے والے نہ رہیں گے تو دینے والے خود بخود یہ بدعات ترک کردیں گے، البتہ اگر خود ہی کھالیا جائے تو حرام نہیں بشرطیکہ حرمت کی کوئی اور وجہ موجود نہ ہو، البتہ اجتناب کرنے ہی میں احتیاط ہے، خصوصًا وہ شخص تو خصوصی اجتناب کرے جو کہ مقتدا ہو تاکہ بدعات کا خاتمہ ہوسکے۔ البتہ اگر کسی نے حرام مال سے یہ کھانا پینا تیار کیا ہے یا غیر اللہ کی نذر ونیاز کی نیت سے کوئی جانور ذبح کرکے تیار کیا ہے تو اس کا حرام ہونا واضح ہے، اور جہاں ماحول اور افراد کی

اعتقادی حالت کی وجہ سے پہچان نہ ہوتی ہو تو وہاں بھی وصول نہ کرنے ہی میں احتیاط ہے۔

5: جو شخص صحیح العقیدہ مسلمان ہے اور اس کے ہاں سے عام ایام میں بھی کھانے پینے کی چیزیں گھر آتی رہتی ہیں اور وہ دس محرم کو بھی ایسی کوئی چیز بھیجے اور یہ کہے کہ میں نے کسی بھی غلط نظریے سے نہیں بھیجی ہے تو اس کا کھانا بالکل درست ہے البتہ بھیجنے والا کوشش یہ کرے کہ محرم کی بدعات کے خاتمے کے لیے دس محرم کو یہ اہتمام نہ ہو تو اچھا ہے۔

6: اگر کوئی شخص اپنے ہی اہل وعیال کے لیے عمدہ کھانا پینا تیار کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں جیسا صفحہ نمبر 28 میں اہل وعیال پر وُسعت والی حدیث میں تفصیل بیان ہو چکی، البتہ ایسے کھانے پینے تیار کرنے سے اجتناب کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے جو دیگر لوگ خصوصیت کے ساتھ ان ایام میں بدعات کا ارتکاب کرتے ہوئے تیار کر کے تقسیم کرتے ہیں۔

(تفصیل ملاحظہ فرمائیں: ماہِ محرم الحرام کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب، فتاویٰ عثمانی ودیگر کتب)

مبین الرحمٰن
نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی